نہج البلاغہ

تاریخ کی روشنی میں

اثرِ خامہ

علامہ سید محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ

نہج البلاغہ

تاریخ کی روشنی میں

اثرِ خامہ

علامہ سید محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ

ضابطہ

کتاب : نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں

تالیف : علامہ محمود احمد عباسی مرحوم،

اشاعت اوّل فروری : ۱۹۵۴

اشاعت ثانی ستمبر : ۱۹۹۰

قیمت : ۱۲/۰۰

رابطہ

سنی پبلیکیشنز، عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ سیّد احمد شہید ، اردو بازار لاہور

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

میسون پبلی کیشنز، متصل مسجد آم والی ملتان

پاک اکیڈمی مسجد باب الاسلام بالمقابل آرام باغ کراچی

کتاب کی نوعیت : میرے پیشِ نظر "نہج البلاغۃ" کا نسخہ مصری طبع کا ہے جو (۲۶ × ۲۰) سائز کے (۷۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے تین جُزء ہیں، پہلے اور دوسرے جُزء میں (۲۳۶) خطبے، تیسرے میں (۷۹) مراسلے اور (۴۸۰) مواعظ و حکم ہیں۔ یہ سب مجموعہ حضرت علی سے منسوب ہے۔ شریف الرضی نے، جسے اس مجموعہ کا جامع یا مؤلف بیان کیا جاتا ہے، حضرت علی کے کلام کو ایک بحرِ مواج و ناپیدا کنار سے تشبیہ دی ہے۔[1] اور لکھا ہے کہ یہ مجموعہ ان کے کلام کا محض انتخاب ہے جس میں صرف "محاسن خطب، محاسن کتب، و محاسن حکم و ادب" شامل کئے گئے ہیں[2]۔

عربی نثر کا اتنا بڑا مجموعہ خصوصاً صدر الاسلام کے کسی مسلمان کا کلام کہیں نہیں پایا جاتا۔ خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کے جو خطبے اور تقریریں قدماء کی تالیفات میں موجود ہیں، جن میں خود حضرت علی کے بھی چند خطبے شامل ہیں۔ وہ اس مجموعہ کے بیسویں حصّہ کے برابر بھی نہیں حالانکہ صحابۂ کبار میں سے متعدد حضرات خاص کر حضرت عمر اور

---

[1] واما کلامہ فھو من البحر الذی لا یساجل والجم الذی لا یحافل (صفحہ ۳ دیباچہ)

[2] اعنی مختار کلام مولانا امیر المومنین علیہ السلام فی جمیع فنونہ (صفحہ ۲ دیباچہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کو اپنے اپنے عہد خلافت و حکومت میں جو حضرت علی کے مختصر زمانۂ خلافت سے زیادہ طویل اور کامیاب عہد تھے۔ تقریریں کرنے اور مجامع عام میں خطبے دینے کے اکثر مواقع پیش آئے، اور ان میں جو معرکۃ الآرا تقریریں کی گئیں ان کے بہت سے جملے جو فصاحت و بلاغت کی جان ہیں انہیں کتب تاریخ و سیر نے محفوظ رکھا ہے مگر ان سب کی مجموعی تعداد "نہج البلاغہ" کی ضخامت و حجم کے مقابلے میں بہت ہی کم اور نہایت قلیل ہے۔

صرف دس بارہ خطبے اس تمام مجموعہ "نہج البلاغہ" میں ایسے ہیں جو دوسری قدیم کتابوں میں بہ تغیرِ الفاظ ملتے ہیں ورنہ جو کلام، خطبے اور مراسلے، صاحبِ "نہج" نے حضرت علی سے منسوب کئے ہیں ان میں ایسی لفاظی اور مضامین پائے جاتے ہیں جنہیں حضرت ممدوح رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ان میں اکثر یا تو نسبی تعلّیاں اور نسل و قبیلے پر فخر و مباہات ہے یا اپنی ذات اور خاندان کی مدح سرائی ہے، تفاخر علی النسب میں یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ "اللہ نے اوّل ھم (بنی ھاشم) کو بنایا اور بعد میں دوسروں کو[۵]۔" یا پھر دوسرے صحابہ اور اپنے بعض محترم معاصرین کی مذمت ہے اس کے ساتھ غیب دانی کے دعاوی اور صدیوں بعد ہونے والے تاریخی واقعات کی صراحتاً اور کنایتاً پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جو ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات کے منافی بلکہ نصوص قرانی کے خلاف ہیں انہیں کسی طرح بھی حضرت علی جیسے بزرگ صحابی اور اعلیٰ شخصیت سے نسبت نہیں دی جاسکتی۔

جامع کتاب، الشریف الرضی، چوتھی صدی ہجری کے بالکل آخر کا مصنف ہے اور یہ مجموعہ اس نے اپنی وفات سے، جو سنہ ۴۰۶ھ میں ہوئی تھی، چند سال پہلے تقریباً سنہ ۴۰۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ گویا حضرت علی کی وفات سے تین سو ساٹھ برس بعد اس میں ہمہ روایت کی کوئی سند نہیں پیش کی جس سے اُن کی تاریخی صحت اور سلسلۂ رواۃ معلوم ہو جائے۔

---

[۵] فأیا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا

حضرت علی کی زندگی کے تاریخی واقعات کے اعتبار سے، چار حصے ہیں، پہلا مکّی زندگی کا ہے جو ان کے بچپن اور حداثت سن کا زمانہ ہے ہجرت کے وقت اُنکی عمر صرف (۱۸) سال تھی۔ جنگِ بدر سنہ ۲ ھ کے آخری ایام میں ہوئی اُس وقت، جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے، [1] وہ پورے بیس برس کے بھی نہ تھے، اس حصۂ زندگی میں تقریر کرنے اور خطبہ دینے کا کوئی موقع نہ تھا۔ ہجرت کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات تک جو تقریباً گیارہ سال کی مُدت ہوئی ہے اس میں وہ فتح مکّہ (سنہ ۸ ھ) سے پہلے کے غزوات میں شریک رہ کر دادِ شجاعت دیتے رہے، کوئی موقع خطبے دینے کا پیش نہیں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ حضرات شیخین السیّدین (حضرت ابوبکر و عمر) کی مجالس میں برابر موجود رہے مگر یہاں خطبے ارشاد کرنے کا کیا محل تھا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے واقعہ سے چند روز پہلے سے وہ مفسدوں کو سمجھاتے اور اُن کی شکایات کو خلیفۂ مظلوم تک پہنچاتے رہے اسی زمانے سے انکی گفتگوؤں اور تقریروں کے جملے کتب تاریخ میں ملتے ہیں اور جنگِ جمل (سنہ ۳۵ ھ) کے بعد سے آخر زمانے تک جس کی مُدت تقریباً پانچ سال کی ہوتی ہے انکی خلافت کا زمانہ ہے اسی میں انہوں نے تقریریں بھی کیں اور مراسلے بھی بھیجے جو قدیم کتب تاریخ میں جا بجا مندرج ہیں۔ لیکن ان کے خطبات و مراسلات کو کبھی جُداگانہ شکل میں مرتب و مدوّن نہیں کیا گیا۔ سب سے قدیم اور شاید سب سے پہلا راوی جس کے مرتب کردہ روایات سے مابعد کے مؤرخین خصوصاً طبری نے زیادہ اخذ کیا ہے ابو مخنف [2] لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف الازدی تھا جس کا دادا مخنف، جو قبیلۂ ازد کا سردار تھا، صفین کی جنگ میں بذاتِ خود

---

[1] صفحہ ۶۶ سطر ۶ خطبہ ۲۶ لقد نهضت فيها وما بلغت العشرين (میں ہنوز پورا بیس برس کا بھی نہ تھا کہ میں لڑائی کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا) کامل المبرد وعقد الفرید وغیرہ میں بھی یہی قول درج ہے۔

[2] ابو مخنف لوط کا سالِ ولادت صحیح طور سے متعین نہیں لیکن یہ ثابت ہے کہ فتنۃ الاشعث کے زمانے میں وہ عنفوانِ شباب کی حد تک پہنچ چکا تھا گویا اسکی ولادت حادثۂ کربلا (سنہ ۶۱ ھ) سے دو چار سال بعد ہونا قرینِ قیاس ہے۔ سنہ وفات سنہ ۱۵۷ھ ہے۔

نے ان حضرات (ابوبکر و عمر رض) کو "امیرین صالحین" کے الفاظ سے یاد کیا، ان کی سیرتوں کو "احسن" بتایا اور کہا کہ انہوں نے کتاب اور سُنّت پر عمل کیا اور سُنّت سے تجاوز نہیں کیا۔ [1] اس کے مقابلے میں نہج البلاغۃ کے مؤلف نے جو خطبے حضرت علی رض سے منسوب کئے ہیں ان میں انہی حضرات شیخین رض پر سبّ و شتم سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ محض تمثیل کی غرض سے چند الفاظ نہج البلاغہ" کے مشہور خطبہ معروف بہ "شقشقیہ" سے اس موقع پر نقل کرنا بے محل نہ ہوں گے۔ یہ خطبہ ایک فرقہ میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ لغت میں شقشقیہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اونٹ کے منہ سے مستی کی حالت میں نکلتی اور بکری کے پھیپھڑے کے مانند ہوتی ہے۔ اُونٹ اس کو چباتا ہے۔ اس وقت اس کے گلے سے ایک عجیب قسم کی آواز نکلتی ہے پھر وہ چیز غائب ہو جاتی ہے۔ اس خطبہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ تقریر ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ کسی عراقی نے کوئی تحریر پیش کی آپ رک گئے اس پر ابن عباس نے کہا اپنا خطبہ تمام کرلیں، یہ سُن کر فرمایا اے ابنِ عباس! یہ گویا شقشقیۂ شتر کی آواز تھی جو نکلی اور پھر اپنے مقام پر واپس آگئی۔ مگر نام سے زیادہ عجیب اس کا اسلوبِ بیان اور مضمون ہے، یہاں صرف ابتدائی چند جملے مع ترجمے کے نقل کرتا ہوں۔

شروع کے الفاظ یہ ہیں:

أما والله تقمصها فلان (كناية عن الخليفة الاول ابى بكر) وانه ليعلم ان محلي منها محل القطب من الرحى، ينحدر

قسم خدا کی۔ فلاں شخص (یعنی خلیفہ اوّل ابوبکر) نے اس کا پیراہن (یعنی خلافت کا) پہن لیا حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ (خلافت میں) میرا وہی مقام ہے جو ھتینڈے (قطب) کو چکی

[1] : طبری ج ۵ صفحہ ۲۲۷ سطر ۲۰، اس فقرے کے اصل الفاظ یہ ہیں "قبضه الله عزّ وجلّ صلوات الله عليه ورحمته وبركاته ثم ان المسلمين استخلفوا به اميرين صالحين عملًا بالكتاب والسنة واحسنا السيرة ولم يعدوا السنة ثم عزّ وجلّ رضى الله عنهما"

عنی السیل ولا یرقی
الی الطیر، فسدلت
دونها ثوباً وطویت
عنها کشحاً وطفقت ارتئی
بین ان اصول بید
جذاء او اصبر علی
طخیه عمیاء یهرم فیها
الکبیر ویشیب فیها الصغیر
ویکدح فیها مومن
حتی یلقی ربه
فرایت ان الصبر علی
هاتا احجی فصبرت
وفی العین قذی
وفی الحلق شجا اری
تراثی نهباً حتی
مضی الاول لسبیله فادلی
بها الی فلان
(اعنی عمر) بعده (خطبہ ۳
صفحہ ۲۵ جزء اول)

(آسیا) سے ہے۔ مجھ سے ایک دریا (فیوض علمیہ کا) اُمنڈ رہا ہے اور شاہین (تیز پرواز) مجھ تک نہیں پہنچتا۔ پس میں نے اس کے سامنے پردہ ڈال دیا اور دل میں یہ غور کرنا شروع کیا کہ اپنے ٹوٹے ہاتھ سے اس پر حملہ کروں یا اس تاریکی ضلالت پر صبر کروں۔ (یہ ایسی مُصیبت تھی) کہ اس میں خورد سال بوڑھا اور بوڑھا ضعیف ہو جائے اور مومن رنج میں گرفتار ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے پروردگار سے مُلاقات کرے، اس وقت میں نے دیکھا کہ صبر کرنا ہی عقلمندی ہے اس لئے صبر کیا۔ آنکھیں غبار آلودہ تھیں اور حلق میں ہچکیوں سے پھندے پڑے جاتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کس طرح لُٹ رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ پہلا اپنے رستہ گزر گیا اور اپنے بعد (خلافت) کے ڈول کو فلاں (مراد عمرؓ سے) کی طرف پھینک گیا۔

یہاں اسی ایک فقرے کے نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا، ورنہ آگے دوسرے حضرات سے متعلق اور بھی درشت کلامی ہے۔ نہج البلاغۃ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کے شرح

یہ آخری سطور میں یہ بیان کیا ہے [۵] کہ " اکثر لوگ اس خطبہ کو شریف الرضی وضع کیا ہوا کہتے ہیں لیکن رضی کا یہ اسلوب بیان نہیں۔ ایک اور قدیم شیعہ مؤلف کی تالیف میں بھی اس کا بڑا حصہ پایا جاتا ہے "۔ بہر حال وہ رضی کے موضوعات میں سے ہو یا کسی دوسرے کی، اسلوبِ بیان اور مضمون کو قدیم شیعہ مؤرخ اور راوی ابو مخنف لوط کے مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ کلام سیدنا علیؓ کا نہیں بلکہ زمانۂ مابعد کا الحاقی ہے۔

بعض قدیم تصانیف البیان والتبیین (الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ) الکامل (المبرد متوفی سنہ ۲۸۵ھ) والعقد الفرید (ابن عبد ربہ متوفی سنہ ۳۲۸ھ) نیز تاریخ الملوک والامم (ابن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ) وغیرہ میں حضرت علی کا کلام، خطبے اور مراسلے درج ہیں جن کی زبان سادہ، اسلوبِ بیان بے تکلف ہے ان میں سے بعض کو صاحبِ نہج البلاغہ نے بھی اپنے مجموعہ میں شامل کر لیا ہے صرف انہیں کے مقابلے سے اصلی اور وضعی کلام کا امتیاز بآسانی ہو سکتا ہے۔ ایک مثال اس کی ملاحظہ ہو۔ صاحبِ نہج نے متعدد مقولے اور خطبے اپنے مجموعہ میں اس امر کے ثبوت میں بھی شامل کئے ہیں کہ حضرت علیؓ نے قتلِ عثمانؓ سے اپنی برأت کا اظہار بار بار فرمایا تھا مثلاً خطبہ (نمبر ۲۹ ص ۱۷، جزء اوّل) جس کی شرح میں اسی صفحہ پر اس امر واقعہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ اپنے دونوں فرزندوں حضرات حسن، حسین کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے

---

[۵] شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۸۰ جزء ۱۔ مطبوعہ ایران نیز کشف الظنون والبدایہ والنہایہ ابن کثیر میں نہج البلاغہ کو شریف رضی کے بھائی شریف مرتضیٰ کی تالیف سے بتایا گیا ہے جو مذہب شیعہ کا ایک فاضل مصنف تھا) اس مذہب کے اصول و فروع میں اسکی متعدد تالیفات ہیں۔ ابن جوزی نے اسکی کتابوں اور نہج البلاغہ سے وہ سب باتیں جو اس نے اکابرِ صحابہ اور امہات المومنین کے سب و شتم میں درج کی ہیں چُن چُن کر یکجا کر دی تھیں۔

ہےؓ جو علاوہ امیرالمومنین ہونے کے رشتہ میں ان صاحبزادوں کے خالو بھی ہوتے تھے متعین فرمایا تھا اور خود بھی ایام محاصرہ میں حضرت عثمان کے پاس جاتے رہے بلوائیوں کی شکایات بھی ان تک پہنچائیں چنانچہ خطبہ کو، جو دُوسری کتابوں میں درج ہے۔ صاحب نہج نے بھی نقل کیا ہے جس میں حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو اس طرح مخاطب کیا تھا کہ :

"لوگ میرے پیچھے ہیں اور انہوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے بات چیت کی ہے۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جسے آپؓ جانتے ہوں، اور نہ میں آپ کی کسی ایسے امر پر رہنمائی کر سکتا ہوں جو آپ کو معلوم نہ ہو، میں نے کسی ایسی بات میں آپ پر سبقت نہیں کی جس سے آپ خبردار نہ ہوں میں کسی ایسی بات میں آپ سے علیحدہ نہیں رہا جو آپ تک نہ پہنچی ہو اور نہ میں آپ کے مقابلہ میں کسی بات میں خصوصیت رکھتا ہوں آپ نے بھی وہ ہی دیکھا ہے، وہ ہی سُنا ہے، ویسی ہی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُٹھائی ہے جو ہم نے اٹھائی ہے، آپ کو اُنکی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہیں تھے اور نہ ابن الخطاب (عمرؓ) کسی امر خیر میں آپ سے بڑھ کر تھے۔ آپ رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نسبت ان کے زیادہ قریب ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خویشی کا وہ شرف حاصل ہے جو ان حضرات کو نہیں تھا اور نہ وہ کسی بات میں آپ پر سبقت لے گئے۔" لہ

لہ الناس ورائی وقد کلمونی ذیک، واللہ ما ادری ما اقول لک، وما عرف شیئاً تجھنہ ولا ادلک علی امر لا نعرفہ انک لتعلم ما نعلم ما سبقناک الی شئ فنخبرک عنہ ولا خلونا بشئ فنبلغکہ وما خصصنا بامر دونک وقد رایت وسمعت وصحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونلت صھرہ وما ابن ابی قحافہ باولی بعمل الحق منک ولا ابن الخطاب باولی بشئ من الخیر وانک اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحماً وقد نلت

بقیہ حاشیہ صا۱ پر

یہ امر واقعہ ہے اور تمام معتبر کتب تاریخ اس بارے میں متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ اپنی حفاظت یا بلوائیوں کی تادیب کی غرض سے فوجی قوت استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ افہام و تفہیم سے ہی کام لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے صحابہ اور صحابہ کی اولاد سے بار بار کہا کہ میں جوارِ رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں خوں ریزی کرانا نہیں چاہتا۔ مفسدین نے انکے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا حضرات حسنین، عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ اور دوسرے اصحاب ہمہ وقت دروازہ پر حفاظت کے لئے موجود رہے مگر جو ہونا تھا ہوا، بلوائیوں میں سے کچھ لوگ موقع پاکر مکان کی پشت پر سے اندر داخل ہو گئے اور آپ کو مظلومانہ قتل کر دیا۔ اس روز حضرت علی رضؓ شہر سے باہر اپنی املاک پر گئے ہوئے تھے جب اُن کو قتلِ عثمان رضؓ کی اطلاع ملی تو بہت متأسف تھے۔ ان کے ربیب[۱] محمد بن ابی بکر چوں کہ اقدامِ قتل میں پیش پیش تھے بعض لوگوں کو شبہات پیدا ہوئے اس لئے بار بار اپنی برأت کا اظہار کرتے اور کہتے اللھم انی ابراء الیک من دم عثمان۔[۲] لوگ جب بیعت خلافت کے لئے آئے آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ عثمان قتل ہوں ان کا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہوا ہو اور میں اپنی خلافت کی بیعت لوں۔[۳]

از گزشتہ حاشیہ
من صھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالم ینالہ ولا سبقاک الی شئی (طبری ج ۵ ص ۹۶ ونہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۴۸ ص ۳ جزد ۲)

[۱] محمد بن ابی بکر بہت خورد سال تھے کہ انکی والدہ اسماء بنت عمیس بیوہ حضرت ابوبکر سے حضرت علی نے نکاح کر لیا تھا اور اس طرح وہ حضرت علی کے گھر میں انکی اولاد کی طرح پرورش پاتے رہے۔ حضرت علی کو ان سے موانست تھی۔ نہج البلاغہ نے یہ قول نقل کیا ہے کہ "کان الی حبیباً وکان لی ربیباً" (خطبہ نمبر ۶۵ صفحہ ۱۱۳ جزء اول) شرح نہج میں یہ قول بھی حضرت علی کا بیان کیا گیا ہے کہ محمد (ابن ابی بکر) میرا بیٹا ہے ابوبکر کے صلب سے۔

[۲] شارح نہج، ابن ابی الحدید نے صفحہ ۳۹ سطر ۴ ج ۱ پر لکھا ہے کہ حضرت علی کے اقوال اس بارے میں کثیر ہیں کہ انہوں نے نہ قتل کرایا، نہ قتل کرانے کا خیال کیا وہ خونِ عثمان سے اپنی برارت کا ہمیشہ اظہار کرتے رہے۔

[۳] جنگِ جمل کے موقع پر اپنی بیعت خلافت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے "و اللہ انی لا ستحی من اللہ
بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ پر

جب عثمانؓ کی تدفین ہو گئی اور لوگ بیعت پر اصرار کرتے رہے آپ نے مجبوراً بیعت لی۔ ان حقائق کے خلاف، صاحب نہج البلاغۃ نے ایک خطبہ میں ایسے الفاظ حضرت علیؓ سے منسوب کئے ہیں جن میں حضرت عثمان کے قتل اور اپنی بیعتِ خلافت پر مسرت، وابتہاج کا اظہار ہوتا ہے، شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ " ھذہ خطبۃ خطبھا بعد قتل عثمان حین افضت الخلافۃ الیہ یعنی قتل عثمانؓ کے جب خلافت ان کو (علیؓ کو) ملی تو یہ خُطبہ کہا :

ق۔۱ طلع طالع ولمع لامع
ولاح لایح واعتدل ماٸل
واستبدل اللہ بقوم قوماً ویوم
یوماً وانتظرنا الغیر انتظار
المجدب المطر وانما الائمۃ
قوام اللہ علی خلقہ
وعرفاؤہ علی عبادہ

طلوع ہونے والا (یعنی آفتابِ خلافت) طلوع ہوا۔ (حق کی) چمکنے والی بجلیاں چمکیں، ظاہر ہونے والی (خلافت بالنص) ظاہر ہو گئی۔ منحرف شدہ (دین) راست ہو گیا۔ اور خدا نے ایک، قوم (عثمانؓ) اور ان کی قوم کو دوسری قوم (بنی ہاشم) کے ساتھ اور ایام (شقاوت) کو ایام

گذشتہ سے پیوستہ

ان ابایع قوما قتل رجلا قال فیہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) " انی لاستحی ممن تستحی منہ الملائکۃ وانی لاستحی من اللہ ان ابایع وعثمان قتیل فی الارض لم یدفن بعد " فانصرفوا، فلما دفن رجع الناس یسالونہ البیعۃ (صفحہ ۱۹۳، ج۔ البدایہ والنہایہ

لا یدخل الجنّۃ الا من
انکرھم وانکروہ۔
(خطبہ نمبر ۱۴۸
صفحہ ۵۴ جز ۲)

(سعادت) کے ساتھ ایسی حالت میں
تبدیل کر دیا جس کا انتظار اسطرح کر رہے
تھے جس طرح قحط سالی میں باران رحمت کا
انتظار ہوتا ہے۔ خوب جان لو کہ آئمہ خدا
کی خلقت کے لئے قائم مقام ہیں بندوں
پر اور اس کی طرف سے کار فرما ہیں اور وہ
ہی شخص جنّت میں داخل ہوگا جو ان کی
حقیقت سے واقف ہے اور وہ ہی
شخص (دوزخ کی) آگ میں پڑے گا
جو ان کا انکار کرے۔

ابن ابی الحدید، شارح نہج البلاغۃ، معتزلی تفضیلی ہے اس کو ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے بڑی دقّت کا سامنا کرنا پڑا کہ "قتل عثمان کا اس طرح انتظار کیا جارہا تھا۔ جیسے ایام قحط سالی میں باران رحمت کا ہوتا ہے"۔ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ تو صرف شیعہ فریق کا ہے۔

"انہ علیہ السلام کان ینتظر قتل عثمان انتظار المجدب المطر وھل ھذا الا محض مذھب الشیعۃ"۔ [۱]

شیعی عقائد کو کس طرح اس مجموعہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے، خطبہ شقشقیہ کے ذیل کے فقرے سے بھی مزید وضاحت ہوتی ہے جو حضرت عثمان کے بارے میں ہے:

---

[۱] شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۴۹۲ سطر ۲۳ ج ۱ مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۷۱ھ اور ایک دوسرے موقع صفحہ ۳۹ جلد ۱ سطر ۴ پر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے کثرت سے اس کا اظہار کیا ہے کہ عثمان کے قتل سے نہ ان کا کوئی تعلق تھا اور نہ اس کی خواہش۔

الی ان قام ثالث القوم نافجاً حضنیه بین نثیله و معتلفه وقام معه بنو ابیه یخضمون مال اللہ خضمة الابل نبتة الربیع الی ان انتکث فتله واجہز علیہ عمله و کبت بہ بطنته فما راعنی الا والناس کعرف الضبع الی ینثالون علی من کل جانب حتی لقد وطیٔ الحسنان وشق عطفائی مجتمعین حولی کربیضة الغنم ـــــــ

(صفحہ ۳ جزء اوّل)

حاشا بنابر! کیوں کر ممکن ہے کہ ایسے واہی الفاظ ان حضرات کی زبان سے ادا ہوں جن کی شان کلام پاک میں ہے: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علیٰ سرر متقابلین ـ حضرت علی تو اپنے اس مقتول بھائی کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے:

کان عثمان خیرنا و اوصلنا للرحم و اشدنا حیاءً و احسننا طھوراً واتقانا للرب عز وجل [1]۔

(یعنی عثمان) تو ہم میں سے زیادہ نیک، زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، زیادہ صاحب حیا، اور پاک طینت، خداوند تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے تھے) تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی اور دُوسرے صحابہ کو جو مدینہ میں اس وقت موجود تھے، یہ گمان و اندیشہ ہرگز نہ تھا کہ مفسدین خلیفۃ المسلمین کا قتل ہی چاہتے ہیں خاص کر ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں۔ ان کا مطالبہ تو یہ تھا کہ مروان کو حوالہ کر دیں یا خلافت سے دست بردار ہو جائیں ورنہ اگر یہ شُبہ بھی ہوتا کہ یہ لوگ قتل کرنے پر تُلے ہوئے ہیں تو حفاظتی تدابیر کو باوجود حضرت عثمان کی ممانعت کے اور زیادہ مؤثر بنایا جا سکتا تھا۔ یورپین مستشرقین کو نہج البلاغہ جیسی وضعی تحریرات کی بنا پر یہ کہنے کا موقع ملا کہ حضرت علی نے اس قتل (عثمان) کو روکنے کی چوں کہ کوئی تدبیر نہ کی یہ ان کے دامن کردار پر دھبّہ ہے [2] اور

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۴ ج ۷

[2] مقالہ دی خویہ: انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ایک صفحہ ۶۵۹ (بقیہ اگلے صفحہ پر

اسی بنا پر ایسے سوئے ظن کی جرأت کی گئی کہ " علی کو خلافت و حکومت کے حصول کی بڑی آرزو تھی ان کے طرزِ عمل کے محرکات للّٰہیت پر مبنی نہ تھے اور اگر انکی شہادت کا سانحہ نہ پیش آجاتا تو تاریخ میں ان کی ہستی غیر معروف سی ہوتی"۔ [1] مگر صاحب نہج البلاغۃ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک جداگانہ خطبہ (نمبر ۲۲۴ صفحہ ۲۴۹ جزء ۲). بھی ایسے الفاظ کے ساتھ وضع کر ڈالا ہے جس کی شرح اور تنقید کرنے میں بھی تہذیب مانع آتی ہے۔

مؤلفین نہج البلاغۃ اور زمانہ تالیف : چوتھی صدی ہجری کا زمانہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں، مذہب اسلام کے لئے سخت ابتلاء کا زمانہ تھا۔ طرح طرح کے بدعات و محدثات، کا ظہور ہو رہا تھا۔ قرامطہ و اسماعیلیہ وغیرہ کو ایسا فروغ ہوا اور ایسی قوت حاصل ہوئی تھی کہ ان کے لوٹ مار اور قتلِ عام کے خوف سے کئی کئی سال تک حج کی ادائیگی کے لئے حاجی نہ جا سکتے تھے۔ مرکزی حکومت کو اس قدر ضعف ہو گیا تھا کہ عباسی خلیفہ اپنے وزراء و امیر الامراء کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں بنی بویہ کو جو تاریخ میں دیالمہ کے نام سے مشہور ہیں، خلیفہ عباسی نے اپنے ترکی امراء سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لئے امیر الامرائی پر فائز کیا مگر جلد ہی انہوں نے ایسا تسلط حاصل کر لیا کہ جس خلیفہ کو چاہتے تخت سے

The fact that he (Ali) took no steps to prevent this murder is, perhaps, he only real blot upon his character.

[1] مقالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱ صفحہ ۶۵۹۔

It is maintained on the other hand , that his motives were throughout those of ambition rather than piety & that, apart from the tragedity of his death, he would have been an insignificant figure in hisstory.

اُتار دیتے اور جسے چاہتے بٹھا دیتے۔ یہ لوگ عقیدتاً غالی شیعہ تھے۔ بویہ جس سے یہ خاندان مشہور ہوا، بہرام جوز ایران کے قدیم بادشاہ کی نسل سے تھا اور بوجہ غربت کے مچھلی کی تجارت سے اپنی گزر اوقات کرتا تھا اس کے تین بیٹے علی، حسن اور حسین تھے۔ زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ ان تینوں بھائیوں کو ایران کے بعض حصوں پر حاکمانہ اقتدار حاصل ہو گیا۔ ۳۳۴ھ میں جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا خلیفہ عباسی المستکفی باللہ نے ان کو ترکی امراء کی روک تھام کرنے کے لئے امیر الامرائی پر فائز کیا۔ علی کو معز الدولہ، حسن کو عماد الدولہ اور حسین کو رکن الدولہ کے خطابات عطا کئے، معز الدولہ نے جلد ہی خلیفہ المستکفی کو تخت سے اُتار دیا اور المقتدر کے بیٹے ابی القاسم الفضل کو تخت پر بٹھایا جس کا لقب المستطیع باللہ تھا۔ معز الدولہ اپنے شیعی عقائد کی بنا پر بنی عباس کو علوئین کے مقابلہ میں مستحق خلافت نہ سمجھتا تھا اس لئے اس کا ارادہ تھا کسی علوی کو خلیفہ بنائے اور خلافت کو بنی عباس کے بجائے علوئین کے سپرد کرے مگر اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ تم اور تمہارے ساتھی بنی عباس کو مستحق خلافت نہیں سمجھتے اس لئے تم عباسی خلیفہ کو تخت سے اُتار سکتے ہو اور اس کام میں تمہاری فوج کرے گی بھی تمہارے ہم عقیدہ ہیں تمہارا ساتھ دیں گے لیکن جب کسی علوی خلیفہ کو تخت سے اتارنا چاہو گے تمہاری فوج چونکہ اس علوی کو بر بناء اپنے عقائد کے صحیح الامارۃ جانتے ہوں گے بہت ممکن ہے کہ تمہارا ساتھ نہ دیں اور تم مشکلات میں مبتلا ہو جاؤ! یہ بات اس کے ذہن نشین ہو گئی اور وہ اپنے ارادہ سے باز رہا۔ در نہ شیعہ خلافت کی اسی زمانہ میں بغداد پڑ گئی تھی۔ بویہ خاندان کا حاکمانہ اقتدار تقریباً سوا سو برس رہا اور اس مدت میں، گو خلافت نام کے لحاظ سے شیعہ نہ تھی لیکن اثر و اقتدار اسی فریق کو حاصل تھا اور نہ صرف بغداد و عراق، بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں یہی حال تھا۔ اس عہد کے وسط میں، جو کیفیت تھی اس کا اندازہ ابن کثیر کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے:

وقد امتلأت البلاد رفضاً وسباً للصحابة من بنی بویہ

بنی بویہ و بنی حمدان و فاطمین کے (حاکمانہ) اقتدار کی وجہ سے تمام ممالک (اسلامیہ)

وبنی حمدان[۱] والفاطمئین وکل ملوک البلاد مصراً وشاماً وعرقاً وخراسان و غیر ذالک من البلاد کانوا رفضاً وکذلک الحجاز وغیرہ و[۲] غالب بلاد المغرب فکثر السب والتکفیر منھم للصحابۃ

میں رفض اور صحابہ پر سب و شتم عام ہو گیا تھا مصر و شام و عراق و خراسان وغیرہ کے بادشاہ سب اسی عقیدے کے تھے اور اسی طرح حجاز اور بلادِ مغرب (مراقش) میں صحابہ کی تکفیر اور ان پر سب و شتم ان کے غلبہ و تسلط کی بنا پر عام تھا۔

اس زمانہ کے لوگوں کا عام مشغلہ یہی مناظرے اور مشاجرات تھے۔ موقع شناس عجیب عجیب دعوے کر بیٹھتے۔ ایک شخص "اشبح"[۳] نامی نے جسے ابوالدنیا کہنے لگے تھے سنہ ۳۲۷ھ میں یہ دعویٰ کیا کہ میری ولادت خلیفۂ اوّل کے عہد میں ہوئی تھی اور میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ان سے حدیثیں سُنی تھیں چنانچہ اس نے ان حدیثوں کو ایک کتاب میں مدوّن کر ڈالا تھا ان خرافات کو عوام نے باور کر لیا۔ خال خال لوگ اس زمانہ میں ایسے تھے جو عام فضا سے متأثر نہ تھے۔ فرقہ وارانہ جذبات کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ آئے دن جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے جن کے حالات تاریخ کے اوراق پر جابجا آپ کو ملیں گے۔ نوبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ مخالف فرقہ کے کسی ممدوح کے نام پر کسی کا نام ہوتا تو محض اس نام ہی کی وجہ سے بغض پیدا ہو جاتا۔ اس کا ایک لطیفہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امیر طبرستان و دیلم، جہاں سے بنی بویہ کا نکاس ہوا تھا، محمد بن زید العلوی تھے۔ ان کے سامنے دو شخص اپنا کوئی مقدمہ فیصلہ کی غرض سے لے کر آئے، ایک کا نام معاویہ تھا اور دوسرے کا علی، امیر موصوف نے فریقین کے نام سُنتے

۱۔ بنی حمدان کی حکومت موصل و تکریت، وغیرہ میں تھی یہ لوگ بھی اعتقاداً شیعہ تھے۔ نصیر الدولہ و سیف الدولہ ابنائے امیر حمدان خلیفہ المتقی (۳۲۹ھ) کو ترکی امیر طوزون کے چنگل سے نکالنے کے لئے بغداد آئے مگر ناکام واپس ہونا پڑا۔

۲۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۱۱

۳۔ ایضاً

ہی کہا اس مقدمہ کا فیصلہ تو تم دونوں کے ناموں ہی سے ہو گیا۔ جس کا نام معاویہ تھا اس شخص نے عرض کی کہ امیر کو میرے نام سے دھوکا نہ ہو۔ میرے باپ نے جو کبار "شیعہ" میں سے تھا میرا یہ نام بر بنائے "مداراۃ" (تقیہ) اس وجہ سے رکھا تھا کہ ہمارے علاقہ میں سنیوں کو غلبہ حاصل تھا اور میرے مخالف کا باپ "کبار نواصب" سے ہے اس نے بھی ان ہی وجوہ سے بیٹے کا نام علی رکھا تھا جب عام فضا یہ تھی اس کا اثر ادب پر بھی پڑا۔ نہج البلاغہ اسی زمانہ (چوتھی صدی) کی تالیف ہے۔ اس کا مؤلف صحیح طور سے متعین نہیں، شریف الرضی [1] کا نام اس کے مؤلف یا "جامع" کی حیثیت سے عام طور سے مشہور رہے اور کتاب پر بھی یہی نام درج ہے مگر اس کے بڑے بھائی شریف المرتضیٰ کو بھی اس کا مؤلف بتایا جاتا ہے، صاحب فوات الوفیات (جس کا نام وفیات الاعیان بھی ہے)

---

[1] شریف الرضی متوفی (سنہ ۴۰۶ھ) چھوٹا اور شریف المرتضیٰ متوفی (۴۳۶ھ) بڑا بھائی تھا۔ یہ دونوں بھائی فضائل علمی سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: محمدؐ (الرضی) و علی (المرتضیٰ) ابنائے احمد بن موسیٰ بن محمد موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ الکاظم۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن الحسن الناصر صاحب دیلم بن علی بن حسن بن عمر بن علی زین العابدین تھیں۔ مؤلفین نہج البلاغہ کے جدّ مادری، الحسن الناصر (متوفی ۳۰۴) وہ صاحبِ دیلم ہیں جن کے بارے میں حضرت علی سے ایک پیش گوئی منسوب کی گئی ہے کہ طبرستان (دیلم) میں ان صاحب کا ظہور ہوگا۔ ابن ابی الحدید نے بزمرہ "اخبار غیب" اس کو شامل کیا ہے۔ اس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ شریف المرتضیٰ اپنے عقیدہ میں ایسا غلو رکھتا تھا کہ اسکی تصانیف سے ابن جوزی نے وہ سب قبیح باتیں جو کبار صحابہ کی تکفیر اور ان کے سب و شتم کے بارے میں اس نے لکھی ہیں یکجا کی ہیں۔ چھوٹا بھائی شریف الرضی بڑا ادیب اور قادر الکلام شاعر تھا۔ ۱۴ سال کی عمر سے شعر کہنے لگا تھا۔ ہر صنفِ شعر میں اس کا کلام ہے۔ کہتے ہیں قوم قریش میں اس کے زمانہ سے لے کر تا امروز ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا۔ چالیس بیالیس کی عمر میں فوت ہو گیا۔

شریف المرتضیٰ کے حالات میں لکھتا ہے کہ وہ علم کلام، ادب اور شعر کا امام تھا، شیعہ مذہب پر اسکی متعدد تصانیف ہیں اور ایک ضخیم دیوان بھی اس کا ہے پھر لکھتے ہیں کہ :

وقد اختلف الناس فی	لوگوں کو نہج البلاغۃ مجموعۂ کلام امام علی
نہج البلاغۃ المجموع من کلام	بن ابی طالب کے بارے میں اختلاف ہے
الامام علی بن ابی طالب هل هو	کہ آیا اس نے جمع کیا یا اس کے بھائی
جمعه ام جمع اخیه الرضی وقد	الرضی نے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علی رضؓ
قیل انه لیس من کلام	کا کلام نہیں ہے بلکہ یہی المرتضیٰ ہے جس
علیؓ وانما الذی جمعه و	نے اس کو جمع کیا اور ان سے منسوب
نسبه الیه هو الذی وضعه [1]	کر دیا اور اس نے اس کو وضع کیا تھا۔

نیز کشف الظنون، البدایہ والنہایہ وغیرہ میں نہج البلاغۃ کی تالیف شریف المرتضیٰ ہی سے منسوب کی گئی ہے دوسرے محققین کی رائے ہے کہ یہ مجموعہ کسی ایک یا دو اشخاص کی موضوعات سے نہیں بلکہ فصحائے شیعہ کے مقالات اور ان کے عقائد کا مجموعہ ہے [2] بہر حال منجملہ اور جدتوں کے یہ کتاب بھی ایک ایسے دور کی یادگار ہے۔ جب بغداد میں بنی بویہ کا، جو شیعیت میں غلو رکھتے تھے طوطی بولتا تھا اور انہوں نے اپنے عہد امیر الامرائی میں جو ۳۲۴ ھ سے تقریباً ۴۴۶ ھ تک رہا اپنے فرقہ کے مراسم و معتقدات کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں خاص ایجادات کیں اور یہ امور انجام دیئے :

---

[1] فوات الوفیات صفحہ ۴۲۳

[2] الاسلام الصحیح النشاشبی صفحہ ۳۳۲

مع اپنے قبیلہ کے حضرت علی کی جانب سے شریکِ کارزار و نبرد آزما رہا تھا۔ ابو مخنف نے جنگِ جمل سے اپنے زمانے تک کے حروبِ داخلیہ یعنی جنگِ صفین (سنہ ۳۸ھ) و واقعۂ کربلا (سنہ ۶۱ھ) وفتنۂ مختار ثقفی و مصعب ابن زبیر و ابن الاشعث وغیرہ گویا سنہ ۱۳۲ھ تک کے واقعات کو مؤرخانہ انداز پر مرتب کیا تھا خاص کر صفین کے حالات کو اپنے بزرگوں اور ایسے لوگوں کی سند سے بیان کیا ہے جو خود اس واقعہ میں شریک اور موجود تھے۔ اور اپنے کانوں سے حضرت علی کی تقریریں اور خطبے سُن چکے تھے۔ ابو مخنف شیعیان علیؓ میں ہے اور بعض باتوں کو وہ اپنی پارٹی کی طرفداری یا اپنے ممدوح کی رعایت سے ترک و حذف بھی کر جاتا ہے۔ مثلاً اس نے جنگِ صفین کے حالات میں حضرت علی کے برادرِ بزرگ عقیل بن ابی طالب کا اپنے بھائی کے برخلاف حضرت امیر معاویہؓ کا ساتھ دینے اور صفین کے شامی کیمپ میں موجود ہونے کا مطلق ذکر نہیں کیا بایں ہمہ اس نے حضرت علی کے خطبے اور مراسلے بھی نقل کئے ہیں اور جو روایتیں اس کو قدیم راویوں یا اپنے معاصرین سے بہم پہنچیں ان کو جمع کیا ہے مگر ان کے بیان کرنے میں خیانت نہیں کی۔ حضرت علی نے اپنی تقریروں اور خطبوں میں جہاں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا ذکر آگیا ہے محبت و احترام سے ان کا تذکرہ کیا ہے ۳۷ھ کے حالات کے سلسلہ میں ابو مخنف نے سلیمان بن راشد الازدی کی سند سے حضرت علیؓ سے ایک خطبے کے جملے نقل کئے ہیں جن میں حضرات شیخین کی خلافت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ: "جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ان دونوں حضرات کی سیرتیں "احسن" تھیں اور انہوں نے عدل و انصاف سے امت کے ساتھ عمل کیا۔"[1] اسی طرح ابو مخنف نے ۳۶ھ کے واقعات کے سلسلے میں حضرت علیؓ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے جو قیس بن سعد انصاری کو حکومتِ مصر پر مقرر کرتے ہوئے اہل مصر کے نام لکھا تھا یہ مکتوب قیس مذکور کے بھائی سہل بن سعد کی سند سے نقل ہوا ہے اس میں حضرت علیؓ

---

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۴ سطر ۱۳ مطبوعہ مطبع حسینیہ طبع اولیٰ

(۱) معز الدولہ بویہ کے حکم سے ماتم حسین بن علیؓ کی ابتداء ۳۵۲ھ سے کی گئی اس سے قبل یہ رسم ماتم کسی اسلامی ملک میں نہ تھی۔ چنانچہ جسٹس امیر علی لکھتے ہیں کہ معز الدولہ شیعہ تھا اور اسی نے کربلا کے حادثہ قتل کی یادگار کے طور سے محرم کو ماتم کا دن مقرر کیا۔[1]

(۲) معز الدولہ نے ماتم کا یہ ضابطہ بنایا تھا:

(الف) بازار بند ہوں (ب) عورتیں ماتمی لباس (جو صوف کے موٹے کپڑے کا ہوتا تھا) پہنیں (ج) بازاروں میں چہرے کھلے ہوئے منہ پیٹتی سینہ کوبی کرتی جائیں۔ (د) حسین بن علی بن ابی طالب کی شہادت پر بین کریں۔[2]

(۲) عید غدیر کے جشن کی بنیاد بھی اسی نے ڈالی۔[3]

(۳) فضائل صحابہ کو مساجد میں بھی باآواز بلند بیان کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور دوسرے فرقہ کے نزدیک جو صحابہ مبغوض ہیں نام بنام ان پر لعن کرنے کی روک ٹوک نہ تھی۔ معز الدولہ سے جب احتجاج کیا گیا اس نے روکنے کی کوئی کارروائی نہ کی "ولما بلغ ذلك جميعه معزالدولة لم ينكره ولم يغيره" (البدایہ صفحہ ۲۴۰ ج ۱۲) صاحب ظہر الاسلام (صفحہ ۵۴ ج ۱) ۳۵۱ھ کے حوادث کے بیان میں لکھتے ہیں جب ان کتبات لعن کو ہٹا دیا گیا تو معز الدولہ کا ارادہ تھا کہ پھر لکھوائے لیکن وزیر المہلبی نے سمجھایا اور بجائے نام

ف[1]

Muiz-ud-Dowla He was a Shiah; and it was he who established the 10th day of the Moharram as a day of mourning in commemoration of the massacre of Kerbela.
(p. 303 Short History of the Saracens, 1921).

ف[2] فی عاشر المحرم من هذه السنة (۳۵۲ھ) امر معز الدولة بن بويه قبحه الله ان تغلق الاسواق وان يلبس النساء المسوح من الشعر وان يخرجن فی الاسواق حاسرات عن وجوههن، ناشرات شعورهن يلطمن وجوههن ينحن على الحسين بن علی

بنام لعن کے "ظالمین" پر لعن کرنے کے الفاظ لکھوائے مگر پھر بھی حضرت معاویہ رضؓ کا نام لکھا جاتا تھا " وصرحوا بلعن معاویة"

(۴) حضرت علی رضؓ کی قبر کے وجود کا تقریباً سوا تین سو برس تک کسی کو علم نہ تھا، عہد بنی بویہ میں یہ قبر پہلی مرتبہ دریافت کی گئی، ابن خلکان نے عضد الدولہ [۵] دیلمی (خاندان بنی بویہ) کے حالات میں تصریح کی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت علی کی قبر کو دریافت کیا اور رقم کثیر صرف کر کے اس پر عمارت بنوائی اور اسی میں اپنی تدفین کے لئے بھی وصیت کی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

وللناس فی ھذا القبر اختلاف کثیر حتیٰ قیل انہ قبر المغیرة بن شعبة الثقفی فان علیاً لا یعرف قبرہ۔	لوگوں کا اس قبر کے بارے میں اختلاف کثیر ہے حتیٰ کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قبر مغیرہ بن شعبہ ثقفی کی ہے کیوں کہ حضرت علی کی قبر لا پتہ ہے

بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ بن ابی طالب (صفحہ ۲۴۳ ج ۱۱ البدایہ والنہایہ ابن کثیر)

۳ ایضاً

۴ معز الدولہ ۳۵۶ھ میں مرگیا۔ اس کو آکلہ کا مرض ہوگیا تھا۔ آخر وقت میں وہ اپنی حرکات سے بحسب بیان صاحب البدایہ والنہایہ تائب ہوا۔ اور جب اسکو یہ علم ہوا کہ حضرت عمر رضؓ کے حبالۂ عقد میں ام کلثوم بنت علی رضؓ تھیں جو حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں تو وہ حیرت زدہ ہو کر کہتا تھا۔ " واللہ ما سمعت بھذا قط " (بخدا میں نے یہ قطعاً نہیں سنا تھا) اس پر اس نے اپنے عقیدہ سے توبہ کی (صفحہ ۲۶۱ ج ۱۱)

۵ عضد الدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ متوفی ۳۷۲ھ نے اپنے چچا کے بیٹے عز الدولہ بختیار کو قتل کر کے امیر الامرائی کا عہدہ حاصل کیا اس کا اقتدار بغداد میں ایسا تھا کہ کسی کو مجال دم زدن نہ تھی۔ اس کے زمانے میں وعظ و تقریر کی ممانعت صحابہ کے فضائل بیان کرنا درکنار ان کا ذکر بھی ممنوع تھا۔ " ولا یسأل سائل باسم احد من الصحابة" ص ۲۸۹ ج ۱۱

دیگر مؤرخین خاص طور کر خطیب بغدادی، جو اسی عہدِ بنی بویہ کا معتبر مؤرخ ہے اپنی تصنیف "تاریخ بغداد" میں حالات حضرت علی کی ضمن میں لکھتا ہے کہ حسن بن علی جب بعد صلح معاویہؓ مع کثیر خزانہ کے مدینہ جانے لگے انہوں نے اپنی والد محترم کی میت کو بھی ایک صندوق میں رکھ کر اور اس میں بہت سا کافور ڈال کر ایک اونٹ پر رکھوایا تاکہ مدینہ لیجا کر دفن کریں۔ بلاد طئی میں اس دھوکے سے کہ اس میں بھی خزانہ ہے وہ اونٹ ہی رات میں کھول کر لے گئے پھر اس کا پتہ نہ لگا۔ ابن ابی الحدید نے اس روایت کو غلط بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت علی کی اولاد کو ان کی قبر معلوم تھی اور ہر شخص کی اولاد اپنے آباء کی قبور سے واقف ہوا کرتی ہے بہ نسبت غیر لوگوں کے [۱]۔ دوسرے شیعہ مؤرخوں کو اس کا اعتراف ہے کہ ہارون رشید کے زمانہ (۱۷۰ - ۱۹۳ ھ) تک قبر علیؓ کا جو دشمنوں کے خوف سے مخفی رکھی گئی تھی، کسی کو پتہ نہیں تھا خود حضرت علی کی ایک کرامت سے اس کا پتہ چلا چنانچہ صاحب عمدۃ الطالب نے بعنوان "ابتداء بناء قبر علیؓ" ایک حکایت بیان کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دن نواحِ کوفہ میں شکار کو نکلا، پرندوں اور ہرنوں کے شکار کرنے کے لئے باز اور شکاری کتے جب چھوڑے جاتے تو غریت کے ایک ٹیلہ سے جہاں شکار موجود تھا واپس آجاتے۔ ہر چند ان کو اُدھر ہنکایا جاتا مگر وہ اس ٹیلہ پر نہ جاتے خلیفہ اس عجیب واقعہ سے متحیر ہوا، تحقیق کرنے پر "بعض شیوخ الکوفہ" نے بتایا کہ یہ "امیر المومنین علیؓ" کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے اس پر عمارت بنوائی ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ عضد الدولہ دیلمی نے بہت روپیہ صرف کر کے اس پر عمارت عظیم بنوائی اور اوقاف مقرر کئے [۲] انسائکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ کوفہ کے قریب مشہد علی کی عمدہ عمارت بعد میں بنائی گئی لیکن انکی قبر جہاں وہ دفن ہوئے لاپتہ ہے [۳]۔

---

[۱] شرح ابن ابی الحدید ص ۴ جلد ۱   بقیہ حاشیہ اگلے ص ۲۳ کے حاشیہ پر دیکھیں۔!

دیگر مؤرخین خاص کر خطیب بغدادی، جو اسی عہدِ بنی بویہ کا معتبر مؤرخ ہے اپنی تصنیف "تاریخ بغداد" میں حالات حضرت علی کی ضمن میں لکھتا ہے کہ حسن بن علی جب بعد صلح معاویہ رض مع کثیر خزانہ کے مدینہ جانے لگے انہوں نے اپنی والد محترم کی میت کو بھی ایک صندق میں رکھ کر اور اس میں بہت سا کافور ڈال کر ایک اونٹ پر رکھوایا تاکہ مدینہ لیجا کر دفن کریں۔ بلاد طے میں اس دھوکے سے کہ اس میں بھی خزانہ ہے وہ اونٹ ہی رات میں کھول کر لے گئے پھر اس کا پتہ نہ لگا۔ ابن ابی الحدید نے اس روایت کو غلط بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت علی کی اولاد کو ان کی قبر معلوم تھی اور ہر شخص کی اولاد اپنے آباء کی قبور سے واقف ہوا کرتی ہے برنسبت غیر لوگوں کے [1]۔ دوسرے شیعہ مؤرخوں کو اس کا اعتراف ہے کہ ہارون رشید کے زمانہ (۱۹۳ - ۱۷۰ ھ) تک قبر علی رض کا جو دشمنوں کے خوف سے مخفی رکھی گئی تھی، کسی کو پتہ نہیں تھا خود حضرت علی کی ایک کرامت سے اس کا پتہ چلا چنانچہ صاحب عمدۃ الطالب نے لعنوان "ابتداء بناء قبر علی" ایک حکایت بیان کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دن نواحِ کوفہ میں شکار کو نکلا، پرندوں اور ہرنوں کے شکار کرنے کے لئے باز اور شکاری کتے جب چھوڑے جاتے تو وہ غریت کے ایک ٹیلہ سے جہاں شکار موجود تھا واپس آجاتے۔ ہر چند ان کو اُدھر ہنکایا جاتا مگر وہ اس ٹیلہ پر نہ جاتے خلیفہ اس عجیب واقعہ سے متحیّر ہوا، تحقیق کرنے پر "بعض شیوخ الکوفہ" نے بتایا کہ یہ "امیرالمومنین علی رض" کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے اس پر عمارت بنوائی ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ عضدالدولہ دیلمی نے بہت روپیہ صرف کر کے اس پر عمارت عظیم بنوائی اور اوقاف مقرر کیے [2]۔ انسائکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ کوفہ کے قریب مشہد علی کی عمدہ عمارت بعد میں بنائی گئی لیکن انکی قبر جہاں وہ دفن ہوئے لاپتہ ہے [3]۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ص ۴ جلد ۱ بقیہ حاشیہ اگلے ص ۲۳ کے حاشیہ پر دیکھیں۔ !

(۵) قبر علیؓ کی طرح کلام علیؓ کی بھی "دریافت" اسی دور بنی بویہ میں ہوئی "نہج البلاغة"
میں اندرونی شہادتیں اس امر کی صاف غمازی کر رہی ہیں کہ اس کے واضعین
عجمی اثرات سے متاثر تھے اور جارحانہ فرقہ پرستی کی جس کا اس زمانہ میں غلبہ تھا
نمائندگی کرتے ہیں۔

زبان

"نہج البلاغة" کی عربی باوجود فصاحت کے بناوٹی ہے، اس میں متعدد ایسے الفاظ اور علم کلام کی ایسی مصطلحات استعمال ہوئی ہیں جو صاف بتلاتی ہیں کہ یہ صدر اول کا کلام نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ذیل کے چند الفاظ جو "کلام العرب" (اصل عربی زبان یعنی جاھلیة اور عہد الاول وثانی کی عربی زبان کے الفاظ نہیں بلکہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں مستعمل ہوئے اور لغت
گزشتہ سے پیوستہ۔

۲؎ قبر کو مخفی رکھنے کا خوف شیعہ مورخوں کے نزدیک بنی امیہ سے تھا، مگر ۱۳۲ھ میں جب ان کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا تو پھر کس سے خوف تھا جو کہ نصف صدی تک اسے مخفی رکھا گیا۔ اس روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید رات کو اس مقام پر خیمہ زن ہوا رات بھر نمازیں پڑھتا اور گریہ و بکا کرتا رہا۔ علی بن عیسیٰ ھاشمی بھی ساتھ تھے صبح کو انہیں جگایا اور کہا کہ اپنے "ابن عم" کی قبر کے پاس نماز پڑھو اور بتایا کہ یہ امیر المومنین علی کی قبر ہے پھر صاحب قبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابن عم! خدا کی قسم میں آپ کے حق کو جانتا ہوں آپ کی فضیلت سے انکار نہیں کرتا لیکن آپ کی اولاد میرے اوپر خروج کرتی، مجھے قتل کرنے میرا ملک چھیننا چاہتی ہے۔

"واللہ یا ابن عم! انی لا عرف حقک ولا انکر فضلک ولکن ولدک یخرجون علیّ ویقصدون قتلی وسلب ملکی (ص ۴۴ عمدۃ الطالب) اس قسم کی نامستند روایات سے قبر کے دریافت کرنے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

۳؎ A splendid mosque called Mashid Ali was afterwards erected near (3) the city (of Kufa), but the place of his burial is unknown (p 659 Vol. I Ency Br. XI Edition).

میں "مولدۃ" کہلاتے ہیں "نہج البلاغۃ" کے مختلف خطبات سے اخذ کر کے مثالاً پیش کئے جاتے ہیں جو سب سے قوی دلیل اس کلام کے مصنوعی ہونے کی ہے۔

(۱) ھمامۃ : یہ لفظ نہج البلاغۃ کے پہلے ہی خُطبہ میں جس کا عنوان ہے کہ آسمان و زمین و آدم کی تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی، (ص ۹ سطر ۵) کسی کام کے اہتمام کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ اصل عربی کا لفظ نہیں (مولدۃ) ہے۔ خود ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (ص ۱۰ سطر ۱۴) میں لکھا ہے کہ یہ اصلاحی لفظ ہے۔ عربی لغت اس سے ناآشنا ہے۔ "وھی لفظۃ اصطلحوا علیھا واللغۃ العربیۃ ما عرفنا فیھا استعمال الھمامۃ بمعنی الھمۃ والذی عرفناہ الھمۃ بالکسر والفتح والمھمۃ وتقول لا ھمام لی بھذا الامر (مبنی علی الکسر کقطام) ولکنھا لفظۃ اصطلاحیۃ عند اھلھا" ——————

ابن ابی الحدید اس لفظ کو اصل عربی کا نہیں سمجھتا مگر پھر بھی اس کلام کو کلامِ علی قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے (ص ۱۶ سطر ۲۸) کہ اس جملہ میں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ یعنی (ولا ھمامۃ نفس اضطرب فیھا -) عقیدۂ مجوسِ ثنویّہ کا رَد ہے اور یہ دلیل ہے حضرت علیؓ کے اس قول کی کہ "میں متقدمین و متاخرین کے آراء کو جانتا ہوں اور جتنے علوم (دنیا کے ہیں) سب کا علم رکھتا ہوں"[۱]

(۲) کیفیۃ: یہ لفظ نہج البلاغۃ کے مختلف خطبات، (ص ۱۴۶ سطر ۲ و ص ۱۶۱ سطر ۹ اور دوسرے

---

[۱] ابن ابی الحدید کے الفاظ یہ ہیں : وھذا یدل علی صحۃ ما یقال ان امیر المومنین علیہ السلام کان یعرف آراء المتقدمین والمتاخرین ویعلم العلوم کلھا ولیس ذلک ببعید من فضائلہ ومناقبہ (ص ۱۶ شرح)

خطب) میں متعدد بار آیا ہے عربی لغت میں اس کو (مولدة) کہا گیا ہے۔ القاموس المحیط میں ہے۔" وقول المتکلمین کیفیۃ فتکیف قیاس لا سمع فیہ"
صاحب لسان العرب نے اس کو (مولد) کہا ہے۔

"واما قولھم: کیف الشیٔ فکلام مولد"

(۳) ازلیۃ: خطبہ ص ۵۳ سطر ۲ اور دوسرے مقامات پر "ازلیۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن کلام العرب میں اس کا استعمال ثابت نہیں، زمخشری نے "اساس البلاغۃ" میں تشریح کی ہے کہ (ازلی) اور (الازلیۃ) مصنوعی ہے اور کلام عرب میں نہیں پایا جاتا

وقولھم: کان فی (الازل) قادراً عالماً وعلمہ (ازلی) ولہ (ازلیۃ) مصنوع۔ لیس من کلام العرب"۔

صاحب شفاء العلیل اس لفظ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ابن الجوزی والازہری کا قول ہے کہ: "(الازلی) خطاء۔ لا اصل فی کلام العرب" نیز (ازلی) و(الازل) و(ازلیۃ) کلہ خطاء لا اصل لہ فی کلام العرب"

(۴) **تلاش و تلاشت**: تلاش فارسی زبان کا لفظ ہے۔ کلام العرب میں نہیں پایا جاتا اس سے (تلاشی) اور (تلاشت) کی تصریف صحیح نہیں ہو سکتی یہ لفظ خطبہ ۱۷۷ ص ۱۲۷ جزء دوم میں استعمال ہوا ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ تلاشی الشیٔ بمعنی اضمحل استعمال کیا جاتا تھا مگر اہل لغت نے اس کا تذکرہ نہیں کیا حقیقتاً یہ لفظ مولد ہے اور حضرت علی کی زبان سے ادا ہونا قیاس میں نہیں آسکتا۔"

(۵) **کیف اور این**: یہ الفاظ اور طریقہ عددیہ کی اصطلاحیں مثلاً:
"الاستغفار علی ستۃ معان الایمان علی اربع دعائم"
صدر اول میں مستعمل نہ تھے، علوم یونانی کے عربی زبان میں ابتدائے عہد عباسی میں منتقل ہونے کے بعد تیسری صدی ہجری سے استعمال ہوئے۔ یہ اصطلاحیں نہج البلاغۃ

کے مختلف خطبوں میں استعمال ہوئی ہیں جن کی تفصیلات بخوفِ طوالت نظر انداز کرتا ہوں۔

مندرجۂ بالا معرب اور اصطلاحی الفاظ کی ان چند مثالوں کے علاوہ مختلف لفظی صنائع خطبات میں بہ کثرت موجود ہیں، اول تو اس قسم کی صنعتِ لفظی عصرِ جاہلی اور صدر الاسلام کی زبان میں نہیں پائی جاتی دوسرے یہ کہ خطبات اور تقریروں کی زبان میں اس کی موجودگی قطعی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ خطبے تقریری نہیں بلکہ تحریری ہیں جو فصحائے شیعہ نے بعد میں ادبی قابلیت کے جوہر دکھانے اور اپنے مخصوص عقائد کو حضرت علی کی زبان سے ادا کرانے کے لئے لکھے ہیں، جو شخص بھی حضرت علی کی سیرت سے واقف ہے وہ یہ کیوں کر باور کر سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ادبی قابلیت کے اظہار کے لئے یہ چوتھی صدی ہجری کی زبان اور طریقہ نگارش کو اختیار کیا ہوگا اور مور (الطاؤس) چیونٹی (النملۃ) اور ٹڈی (الجرادۃ) پر ایسے مقالے ارشاد فرمائے ہوں گے جیسے اب سے ربع صدی پیشتر اردو میں ہمارے خواجہ حسن نظامی لکھا کرتے تھے۔ اسی نہج البلاغۃ میں حضرت علی کے بعض خطبات جو دوسری کتب میں بھی موجود ہیں، نقل ہیں نیز ان کے بعض مراسلات بھی ہیں انکی زبان اور خطبات کی زبان میں بیّن فرق صاف دلیل اس امر کی ہے کہ جہاں سادہ زبان استعمال ہوئی ہے وہ ان کے عہد کی زبان ہے یا ہو سکتی ہے۔ زبان اور عبارت آرائی کے علاوہ اصلی چیز مضمون اور بیانات ہیں جو صحیح اور غلط کا اصل معیار ہو سکتے ہیں۔ اب اس معیار سے بھی جانچ لینا مناسب ہے۔

ذاتی اور خاندانی حالات کا بیان:

(۱) جزء دویم میں ایک طویل خطبہ ہے، جو ۲۴ صفحات پر آیا ہے اس کا نام "القاصعۃ" رکھا گیا ہے یعنی شیطان کی مذمت و تحقیر کرنے والا۔ اس میں حضرت علی کی زبان سے یہ الفاظ ادا کرائے گئے ہیں یعنی انا وضعت فی الصغر بکلا کل العرب (الیٰ آخرہ)

"میں نے بزرگانِ عرب کے سینوں کو اپنے بچپن میں زمین کے سینے پر رکھ دیا اور قبیلہ ربیعہ اور مصر کی نئی بر آمد ہونے والی شاخوں کو توڑ ڈالا تم اس ...

قریبہ اور منزلت خاصہ کو خوب جانتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میرا احترام تھا، جب میں بچہ تھا، آپ نے مجھے اپنی گود میں اٹھا لیا، اپنے سینے سے لپٹا لیا، اپنے فرش پر مجھے اپنے پہلو میں رکھتے تھے، اپنے جسم کو میرے جسم سے مس کرتے تھے، اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے، پہلے کھانے کے لقمہ کو خود چباتے تھے پھر وہ لقمہ میرے منہ میں دے دیتے تھے۔ آپ نے میری گفتار میں کوئی دروغ اور میرے کردار میں کوئی فساد نہیں پایا اور جس زمانہ سے رسول اللہ کا دودھ بڑھایا گیا اسی وقت سے اللہ نے اپنے فرشتوں میں سے ایک بڑے فرشتہ کو (جبرئیل کو) آپ کا ہم جلیس بنایا کہ وہ روز و شب آپ کو طرق کریمہ اور محاسن اخلاق العالم کے رستوں پر چلاتا تھا اور میں انکی اسی طرح پیروی کرتا تھا جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے دوڑا جاتا ہو۔ آپ ہر روز مجھے اپنے اخلاق کریمہ کے ایک علم کی تعلیم دیا کرتے تھے اور اسکی پیروی کا حکم دیتے تھے، ہر سال ایک مہینہ آپ کوہ حرا میں مقیم رہتے تھے بس میں آپ کو دیکھتا تھا میرے سوائے کوئی اور نہ دیکھ سکتا تھا کسی گھرانے کے لوگ اس وقت اسلام کے حلقہ میں مجتمع نہ ہوئے تھے، سوائے رسول اللہ اور خدیجہ کے اور میں ان دونوں کا تیسرا تھا۔ میں وحی اور رسالت کا نور دیکھتا تھا اور "ریح النبوۃ" کی خوشبو سونگھتا تھا۔ اور جس وقت وحی رسول اللہ پر نازل ہوئی (یعنی غارِ حرا میں) تو میں نے شیطان کی فریاد (رنۃ الشیطان) کی آواز سنی، رسول اللہ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسی آواز ہے، فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنی عبادۃ (تسلط) سے مایوس ہو گیا ہے۔ بیشک (اے علی!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو، جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو الا یہ کہ تم نبی نہیں ہو لیکن (نبی کے) وزیر ہو اور تم خیر بزرگ پر ہو اور اسی کے ساتھ رہو گے۔"

ابن ابی الحدید نے تشریح کی ہے کہ جس وقت غارِ حرا میں آنحضرت پر وحی نازل ہوئی اس

وقت "خدیجہ، علی اور ایک خادم" موجود تھے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت نے علی سے فرمایا کہ اگر میں خاتم الانبیاء نہ ہوتا تو تم نبوّت میں میرے شریک ہوتے اب جب کہ تم نبی نہیں ہو تو نبی کے وصی اور اس کے وارث بلکہ سید الاوصیاء اور امام الاتقیاء ہو۔ [1]

یہ صریحاً شیعیت کے مخصوص عقائد ہیں جو عجمیت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

(۲) خطبہ نمبر ۱۸۴ صفحہ ۱۵۶ میں یہ فقرہ ہے۔ ایہا الناس سلونی قبل ان تفقدونی (الی آخرہٖ) ایہا الناس! پوچھ لو مجھ سے جو کچھ تم کو پوچھنا ہے قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کر دو کیونکہ میں بے شک آسمان کے رستوں سے بہ نسبت زمین کے رستوں کے زیادہ واقف ہوں۔

(۳) خطبہ نمبر ۱۹۲ صفحہ ۱۹۶ کا یہ فقرہ جو قطعاً خلافِ واقعہ ہے ملاحظہ ہو:

ولقد قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی آخرہٖ) "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک قبض کی گئی تو آپ کا سر میرے سینہ پر تھا اور جب آپ نے قے کی تو میں نے اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور اپنے چہرے پر مل لیا۔"

یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت کی علالت کا زمانہ زیادہ تر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بسر ہوا اور وہیں جب صبح سے آپ کی طبیعت قدرے اچھی تھی اور لوگ اس حالت سے مطمئن ہو کر اپنے اپنے کاموں کو باہر چلے گئے تھے۔ اس حالت میں روح پاک جسمِ اطہر سے جدا ہوئی کہ اپنی محبوب بیوی کے سینہ پر آپ کا سرِ مبارک تھا اور وہ ہمیشہ اس پر فخر کیا کرتی تھیں کہ میں نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر کے دی وہ آپ نے مل لی اور اسی کے بعد میرے سینہ پر دَم توڑا۔ حضرت علی کی زبان سے نہج البلاغہ میں کئی جگہ ایسے واضعین نے جن کو تاریخی مسلّمات کی پرواہ نہیں یہ غلط الفاظ کہلوائے ہیں۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۷۰۸، سطر ۹۔ "لولا انی خاتم الانبیاء لکانت شریکاً فی النبوۃ فان لا تکن نبیاً فانک وصی نبی و وارثہ بل انت سید الاوصیاء والامام الاتقیاء"

(۴) مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اسلامی مساوات کو اسلام کی شان امتیاز سمجھتے ہیں ، کلامِ پاک کی متعدد آیات ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات خصوصاً خطبۂ حجۃ الوداع میں، جو بجا طور سے مساوات اسلامی کا ایک منشور ہے کس صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو دُوسرے مسلمان پر سوائے اعمالِ حسنہ کے اور کسی بنا پر کوئی تفوق نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت لحمی و نسبی وجہ امتیاز نہیں، قرابت روحانی وجہ فضیلت ہے ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

آلِ ابراہیم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو اور امتی ہیں ۔ فرعون کی آل فرعون کی پیرو !

"ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" "واغرقنا آل فرعون"

اسی طرح آلِ محمد سے امتِ محمدیہ مراد ہے ۔

لیکن قرآن شریف کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سراسر خلاف عباسیوں اور علویوں نے حکومت و خلافت حاصل کرنے کی خاطر قرابت رسول کا صدیوں تک مسلسل پروپگینڈا کرایا اور ان الفاظ کا بیجا استعمال کیا علویوں کے اسی پروپیگنڈے کی جھلک نہج البلاغۃ کے مندرجۂ ذیل اقتباسات میں ملاحظہ ہو جو حضرت علی جیسے بزرگ معارف آگاہ سے منسوب کئے گئے ہیں

(۱) لا يقاس بآل محمد صلى الله عليه وآله من هذه الامة احد ، ولا يسوى بهم من جرت نعمتهم عليه ابدا: هم اساس الدين ، عماد اليقين ، اليهم يفىء الغالى ،

اس امت (یعنی مسلمانوں) میں سے کسی کو آلِ محمدؐ کے (جن پر اور جن کی اولاد پر سلام ہو) برابر نہیں سمجھا جاسکتا اور وہ شخص کبھی ان کے ہم پلّہ نہیں ہوسکتا جس پر ان کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے جاری ہوچکی ہیں یہ لوگ (آلِ محمدؐ) دینِ الاسلام کی بُنیاد ہیں اور یہی صدق و یقین (ایمان) کے ستون ہیں ان ہی کی طرف (علم و اعتقاد) رجوع ہوتا ہے اور (عمل و عبادات) ان ہی سے لاحق ہوتے ہیں ۔ (گویا علم دین اسلام ان

وبهم يلحق التالي ولهم خصائص حق الولاية وفيهم الوصية والوراثة۔
(خطبۂ ۲ صفحہ ۲۴، ۲۵ سطر ۷)

انہی سے حاصل ہوتا ہے اور علم و عبادات کے سکھانے والے یہی ہیں۔ حقوق ولایت کے لئے جو خصلتیں ہونی چاہئیں وہ ان ہی میں موجود ہیں وصیت اور وراثت ان ہی کے لئے مختص ہے۔

شارح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) نے آلِ محمدؐ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلِ عرب شرف اُس قبیلہ کو تمام قبائل پر فضیلت دیتے تھے جس میں کوئی "رئیس اعظم" ہوا ہو۔ چنانچہ اس قبیلہ کے ہر ادنیٰ شخص کو دُوسروں پر فوقیت حاصل ہوتی تھی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "رئیس الکل والمنعم علی الکل" تھے۔ لہٰذا بنی ہاشم میں سے ہر شخص کو اور خصوصاً علی رضی اللہ کو ان کلماتِ فخریہ کے کہنے کا جواز حاصل تھا (شرح ابن ابی الحدید جزء ۱ صفحہ ۲۷ سطر ۳۶ مطبوعہ ایران) کہا گیا ہے کہ یہ خطبہ جس میں یہ فقرہ ہے جنگ صفین سے واپسی پر ارشاد ہوا تھا۔

(۲) وبينكم عترة نبيكم، وهم ازمة الحق واعلام الدين والسنة الصدق، فانزلوهم باحسن منازل القرآن وردوهم ورود الهيم العطاش
(خطبہ ۸۳۔ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳)

تمہارے نبی کی اولاد تمہارے درمیان موجود ہے۔ یہ لوگ حق کی مہاریں ہیں، دین کے جھنڈے ہیں، صدق کی زبانیں ہیں پس دل سے انکی طرف آؤ کہ وہ قرآن کی بہترین منزل ہیں اور انکی طرف اسطرح دوڑ کر آؤ جس طرح پیاسے اونٹ آب گاہوں پر جھپٹ کر آتے ہیں۔

پھر چند سطر بعد "ثقل الاکبر" یعنی (قرآن) اور "ثقل الاصغر" (یعنی عترت) سے تمسک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد یہ تھا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں (ثقلین) چھوڑتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے سُنّت، ان دونوں سے تمسک کئے جاؤ گے تو گمراہ

نہ ہوگے۔ یہاں "سُنّت" کو "عترت" سے بدل دیا گیا ابن ابی الحدید نے عترت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی کی ذات سے ہے، ان کے بیٹے ان کے تابع اور مثل ستاروں کے ہیں جو آفتاب سے کسبِ ضیاء کرتے ہیں۔" والاصل فی الحقیقة نفسه لان ولدیه تابعان له و نسبتهما الیه الکواکب المضیئة مع طلوع الشمس المشرقه"

(ص ۱۲۲ سطر ۲۷ شرح ابن الحدید مطبوعہ ایران)

(۳) نحن شجرة النبوة ومحط الرسالة ومختلف الملائکة ومعادن العلم وینابیع الحکم، ناصرنا ومحبنا ینتظر الرحمة وعدونا ومبغضنا ینتظر السطوة (خطبہ ۱۰۵ صفحہ ۲۱۴)

ہم نبوّة کے شجرہ، رسالت کے اُترنے کا مقام، فرشتوں کے آمد و رفت کی جگہ، علم کی کان اور حکمت کے چشمے ہیں۔ ہمارا مددگار اور ہم سے محبت کرنیوالے کو رحمت کا منتظر رہنا چاہیئے اور ہمارے دشمن اور ہم سے بُغض رکھنے والے کو عذاب کا انتظار کرنا چاہیئے۔

(۴) این الذین زعموا انهم الراسخون فی العلم دوننا؟ کذباً وبغیا علینا ان رفعنا الله ووضعهم واعطانا وحرمهم وادخلنا واخرجهم، بنا یستعطی الهدی، ویستجلی العمی ان الائمة من قریش

کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمارے سوائے راسخون فی العلم ہونے کے مدعی ہیں یہ ہم پر جھوٹ بولتے ہیں ہم پر ظلم کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ہمیں رفیع المنزلت بنایا ہے اور انہیں گرا دیا ہے، ہمیں مرتبہ عطا فرمایا ہے اور انہیں محروم کیا ہے ہمیں (اپنی رحمت میں) داخل کیا ہے۔ انہیں خارج کر دیا ہے ہماری رہنمائی سے (اُمت کی) ہدایت کی گئی ہے۔ اور

غرسوا فی هذا البطن من هاشم : لا تصلح علی سواهم ، ولا تصلح الولاة من غیرهم (خطبہ ۱۴۰ صفحہ ۳۶، ۳۷)

(طلبگاران بصیرت کی) نابینائی ہمارے ہی سبب سے اُٹھالی گئی ہے۔ تحقیق کہ امام (خلفاء) قریش سے ہونگے جو اس خاندان بنی ہاشم کے سوائے امامت (خلافت) کسی کو زیبا نہیں اور نہ ان کے علاوہ کوئی حاکم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(۵) نحن الشعار والاصحاب والخزنة والابواب ولا تؤتی البیوت الا من ابوابها فمن اتاها من غیر ابوابها سمی سارقاً۔ فیھم کرائم القرآن وھم کنوز الرحمن، ان نطقوا صدقوا وان صمتوا لم یستبقوا (خطبہ ۱۵۰ صفحہ ۵۸ جزو ۲)

ہم (رسول اللہ) کے خصائل ہیں اور ان کے اصحاب ہیں (اسرار پیغمبر) کے خزانہ ہیں اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازے کے بغیر مکان میں دوسری طرف سے داخل ہونا جائز نہیں اور جو شخص غیر دروازہ سے داخل ہوگا وہ چور کہلائے گا۔ ان میں (یعنی بنی ھاشم میں) کرایم القرآن ہیں۔ وہ رحمت الٰہی کے خزانے ہیں۔ انکی گفتگو صداقت کی ہے اگر خاموش رہیں تو کوئی اُنسے سبقت نہیں لے جائے گا۔

کرایم القرآن سے مراد بقول شارح نہج یہ ہے کہ کل قرآن بنی ھاشم کی مدح میں نازل ہوا ہے۔ "والمراد انه قد انزلت فی مدحھم آیات کریمات والقرآن کله" (حاشیہ صفحہ ۵۸ جزو ۲)

اسی طرح اور متعدد فقرے اور جملے نسبی تعلیوں کے جن کے چند الفاظ لکھ دینا کافی ھیں، نہج البلاغة میں جابجا موجود ہیں۔

(۱) ونحن الاعلون نسباً

ہم باعتبار نسب سب سے اعلیٰ ہیں اور

والاشدون برسول الله ، صلی الله علیه وسلم نوطاً۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کے بندھنوں میں مضبوط جکڑے ہوئے ہیں

(۲) هم عیش العلم، موت الجهل... هم دعایم الاسلام (الی آخره) — وہ (یعنی آلِ محمد) علم کی زندگی، جہالت کی موت ..... اسلام کے ستون ہیں

غیب دانی کا دعویٰ: اسلامی عقیدہ ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے مخلوق میں سے کسی کو غیب کا علم نہیں۔ قرآنِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صاف کہلوا دیا گیا "میرے پاس خدا کے خزانے نہیں میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ کوئی فرشتہ ہوں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے"، سورۂ انعام میں ہے:

قل : لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملک ، ان اتبع الا ما یوحیٰ الی ط

دوسری جگہ اسی کو اس طرح بیان فرمایا گیا کہ "اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم یہ کہہ دو کہ میں ان کے لئے جو ایمان لائے بشیر و نذیر ہوں، عالم الغیب نہیں"۔

قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون ط

مگر صاحب نہج البلاغہ نے حضرت علی کو نہ صرف غیب داں بتا دیا بلکہ متعدد خطبوں میں انہیں کی زبان سے گویا اس کا اظہار اور اعلان بھی کرا دیا۔ یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

(۱) والله لو شئت ان اخبر کل رجل بمخرجه ومولجه وجمیع شانه لفعلت ولکن اخاف — قسم خدا کی، اگر میں چاہوں تو ہر انسان کو اس کے مخرج، اسکی منزل اور اس کے تمام حالات سے خبر دے سکتا ہوں میں ضرور ایسا کرتا مگر مجھے خوف ہے کہ لوگ

ان یکفروا فی برسول اللہ الا وان مفضیہ الی الخاصیۃ ممن یومن ذالک منہ والذی بعثہ بالحق واصطفاہ علی الحق ما انطق الا صادقاً وقد عہد الی بذلک کلہ ویمہلک من یوہلک ومنجی من ینجو ومآل ھذا الامر وما لفی شیئاً یمر علی راسی الا افرغہ فی اُذنی وافضی بہ الی (خطبہ نمبر ۱۷۰ صفحہ ۱۰۸ جزء ثانی)

(۲) اسلونی قبل ان تفقدونی فوالذی نفسی بیدہ لا تسأ لونی عن شئی فیما بینکم و بین الساعۃ ولا عن

میرے بارے میں کافر نہ ہو جائیں کہ رسول اللہؐ پر مجھے فضیلت دیں یہ جان لو کہ میں اس (غیب دانی کی) خاصیت سے مفوض ہوں اپنے خاص اصحاب کے لئے جو اس پر یقین رکھیں (تاکہ اور لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں) قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول کو مبعوث کیا اور مخلوق میں منتخب کیا کہ بیشک انہوں نے مجھے سچی خبر دے دی اور مجھے بتا دیا کہ یہ فلاں شخص کی ہلاکت کا مقام ہے جو وہاں ہلاک ہوگا اور یہ فلاں شخص کی نجات کا مقام ہے وہاں نجات پائے گا اور یہ کہ اس خلافت کا مآل کار کیا ہوگا اور کوئی امر ایسا باقی نہ رہا جو میرے سر پر سے گزرے مگر یہ کہ میرے کان میں اسکو ڈال دیا گیا اور رموز و اسرار سے مجھے آگاہ کر دیا گیا۔

پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ گم کر دو مجھ کو۔ کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہیں سوال کرو گے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں جو تمہارے اور زمانۂ قیامت تک درمیان

فئة تهدی مائة و تضل مائة الا انباتكم بناعقها وقائدها وسائقها ومناخ ركابها ومحط رحالها ومن يقتل من اهلها قتلاً ويموت منهم موتا۔ (خطبہ نمبر ۸۹ صفحہ ۱۸۳)

ہو یا اُن گروہوں کے متعلق جن میں سینکڑوں ہدایت پانے والے ہوں اور سینکڑوں گمراہ ہوں مگر یہ کہ میں خبر دے دوں گا تم کو ان کے لشکروں، ان کے سرداروں ان کے برانگیختہ کرنے والوں اور ان کے ٹھہرنے کے مقاموں کے متعلق اور اس بارے میں کہ اُن میں سے کون قتل ہوگا اور کون اپنی موت مرے گا۔

(۳) ایها الناس! سلونی قبل ان تفقدونی فلانا بطرت اعلم منی بطرق الارض (خطبہ نمبر ۱۸۴ صفحہ ۱۵۳ جزء ۲)

اے لوگو! پوچھ لو مجھ سے (جو کچھ تمہیں پوچھنا ہے) قبل اس کے کہ تم گم کر دو مجھ کو کیوں کہ بے شک میں آسمان کے راستوں سے زیادہ واقف ہوں بہ نسبت زمین کے راستوں کے۔

بنی امیہ کی خلافت حضرت علی کی شہادت، کے چند ماہ بعد سے شروع ہوئی اور تقریباً ایک صدی تک رہی پہلے تو علویوں کے بعض افراد یکے بعد دیگرے وقتاً فوقتاً ان پر خروج کرتے اور ناکام ہو کر مارے جاتے آخر میں عباسیوں اور ان کے شیعوں نے یورش کر کے ان کا استیصال کرا دیا حضرت علی کی زبان سے خلافت بنی امیہ کا حال اسطرح بیان کرایا گیا ہے۔

الا ان اخوف الفتن عندی علیکم فتنة بنی اُمیة فانها فتنة عمیاء مظلمة

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لئے میرے نزدیک بدترین فتنہ بنی امیہ کا ہے، بے شک یہ اندھے اور تاریک فتنے ہیں، عوام (ان کے وقت میں حق کی طرف اصلاً نظر

عمت خطتها وخصت	نہیں کرتے ان کی بلائیں (ہم اہل بیت کے
بليتها........نحن اهل	ساتھ) مخصوص ہیں........ مگر ہم
البيت منها بمنجاة ولسنا	اہلِ بیت انکی (برائیوں اور بے دینیوں
فيها بدعاة ،	سے) خود تو رستگار رہیں گے مگر اس
ثم يفرجها الله ، عنكم	زمانہ میں کسی کو حق کی طرف دعوت نہ کر
كتفريج الاديم بمن	سکیں گے پھر خدا تم سے اس فتنہ کو
يسومهم خسفاً	اسطرح قطع کرے گا جیسے فاسد چمڑے
ويسوقهم عنفاً	کو کاٹ دیتے ہیں۔ ان میں سے اس
ويسقيهم بكاس	شخص کے سبب سے جو انہیں رُسوائی کے
مصبرة لا يعطيهم	میدانوں میں چرانے والا اور شدّت کی
الا السيف ولا	طرف ہنکانے والا ہے انہیں موت کا تلخ
يحلسهم الا الخوف	پیالہ پلا دیا جائے گا۔ سوائے تلوار کے
(خطبہ نمبر ٨٩	انکو دوسری چیز عطا نہ ہو گی اور پیراہنِ
صفحہ نمبر ١٩٤	خوف کے سوائے کوئی چیز انکو نہ پہنائی
جزو اوّل)	جائے گی۔

خلافت بنی اُمیہ کے عالمِ وجود میں آنے میں ابھی کئی برس باقی تھے مگر حضرت علیؓ کے ایک خُطبہ (۱۰۱ صفحہ ۲۰۰) میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

فاقسم يا بني	اے بنی اُمیہ! میں خُدا کی قسم کھا کر
اُمية عما قليل	کہتا ہوں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس
لتعرفنها في ايدي	(خلافت وسلطنت) کو تم اپنے اغیار (یعنی
غيركم وفي	بنی عباس) کے ہاتھوں اور اپنے دشمنوں

دار عدو کم ۔ کے گھروں میں پاؤ گے ۔

پھر ایک اور خطبہ (۱۵۳ صفحہ ۶۶ جز ۲) میں اسی کا اعادہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

فاقسم ثم اقسم لتنخمنها امیۃ من بعدی کما تلفظ النخامۃ ثم لا تذوقها ولا تطعم بطعمها ابداً ما کر الجدیدان ۔

میں قسم کھاتا ہوں اور پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہر صورت، بنی اُمیہ میرے بعد (خلافت کو) اسطرح منہ سے باہر پھینک دیں گے جیسے سینہ سے بلغم پھینک دیا جاتا ہے اسکی شیرینیوں کو نہ چکھ سکیں گے اور کبھی اس کے طعام کو نہ کھا سکیں گے جب تک شب و روز کی گردش باقی ہے ۔

اسی طرح خطبہ (۱۶۱ صفحہ ۹۵ جز ۲) میں بنی اُمیہ کے خلاف بنی ھاشم (علویوں اور عباسیوں کے) حامیوں کا اجتماعی شان سے نکلنا اور بنی عباس کا اموی خلافت کا قلع قمع کر کے اپنی حکومت قائم کر لینا اسطرح سے بیان کرایا گیا ہے :

علی ان اللہ تعالیٰ سیجمعهم لشر یوم لبنی امیۃ کما تجتمع قزع الخریف یولف اللہ بینهم ثم یجعلهم رکاماً کرکام السحاب ثم یفتح اللہ لهم ابواباً یسیلون من مستشادهم کسیل الجنتین حیث

عنقریب خدا انہیں (یعنی شیعیانِ علی) کو بدترین قوم بنی اُمیہ کے سبب سے اس طرح جمع کرے گا جس طرح فصلِ خریف میں اَبر کے ٹکڑے جمع ہوا کرتے ہیں اور اللہ ان کے درمیان اُلفت و محبت قائم کر دیتا ہے پھر ان سب کو ملا کر ابرِ غلیظ کے مانند بنا دیتا ہے پھر خُدا ان لوگوں کے لئے ایسے دروازے کھول دے گا جو اپنے بر انگیختہ ہونے کی جگہ سے اس طرح رواں ہونگے

لم تسلم عليه قارة
ولم تثبت عليه اكمة
ولم يرد سنه رص
طود ولا حداب ارض
يذعذعهم الله في
بطون اوديته
ثم يسلكهم ينابيع في
الارض ياخذ بهم
من قوم حقوق قوم
ويمكن لقوم في ديار
قوم وايم الله ليذوبن
مافي ايديهم بعد العلو والتمكين
كما تذوب الالية على النار۔

جیسے (شہر سبا) کے دو باغوں کے سیل۔
پھر نہ کوئی نشیب میں واقع ہونیوالا پہاڑ
سالم رہے گا نہ کوئی ٹیلہ پھر خدا پہلے تو وادیوں
کے پوشیدہ مقامات میں متفرق کرے گا پھر
چشموں کے مانند انہیں زمین میں رواں کریگا
تاکہ ایک قوم (بنی اُمیہ) سے دُوسری قوم
(بنی ہاشم) کے حقوق لے لے ایک قوم
(بنی عباس) کو دوسری قوم (بنی امیہ) کی
ولایت میں متمکن کردے۔ خدا کی قسم یہ مال و
متاع جو کچھ انکے (بنی امیہ کے) ہاتھ میں ہے
اس بلندی و اقتدار کے بعد اسطرح پگھلا
دیئے جائیں گے جیسے چربی کو آگ پر پگھلا دیتے ہیں۔

شارح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) نے مندرجۂ بالا فقرے کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے شیعہ ہاشمیہ کے اجتماع کی جانب جو ازالۂ ملک بنی اُمیہ کے لئے ہوا تھا (ص ۵۱۵ جلد ۱) زوالِ دولت بنی مروان کے بارے میں تو پیش گوئی کر دی گئی لیکن دولت ہاشمیہ عباسیہ کے زوال کے بارے میں کوئی پیش گوئی کسی خُطبہ میں درج نہیں کی گئی۔ سبب ظاہر ہے کہ مؤلف نے صرف ان تاریخی واقعات کے "اخبار" بطور پیش گوئی کے حضرت علی رض کی زبان سے خطبوں میں درج کئے جو اس کے زمانہ تک واقع ہوئے اور کتب تاریخ میں ان کا ذکر ملتا ہے لیکن اپنے زمانہ کے بعد کے کسی تاریخی واقعہ کے بارے میں کوئی پیش گوئی درج نہیں کی۔ لطف یہ ہے کہ ان "اخبار" کے بارے میں ابن ابی الحدید نے بہت ہی بھولے پن سے لکھا ہے کہ ہم نے ان کو جانچا تو مطابق واقعہ کے پایا جو ان (حضرت علی رض) کے دعوئ غیب دانی پر دلیل ہے (ولقد امتحنا اخباره فوجدناه موافقاً فاستدللنا بذلك على صدق الدعوى

المذکورۃ (ص ۳۶۴ سطر ۱۹ جلد ۱ مطبوعہ ایران در مطبع میر باقر طہرانی ۱۲۷۱ھ)

مگر اس سلسلے میں دلچسپ پیش گوئی عبیدیوں کے ظہور اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بارے میں ہے جنھوں نے بعد میں اپنے کو فاطمی کہلوایا۔ امام جعفر الصادقؑ کے بڑے بیٹے اسمٰعیل تھے جو فرقۂ امامیہ کے دستور کے مطابق اپنے والد کے بعد امام ہوتے لیکن وہ اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو گئے تھے انکی موت اپنے والد کے انتقال سے کوئی بیس برس پہلے ۱۲۳ھ میں ہوئی۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جب اسماعیل فوت ہو گئے اُن کے والد نے اُنکی میّت کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر اپنے اکابر شیعہ کو چادر ہٹا کر اُنکی میّت دِکھلاتے تھے تاکہ کسی کو انکے فوت ہو جانے کے متعلق کوئی شُبہ باقی نہ رہے۔ اس بنا پر اسمٰعیل کو "المسجی بالرّداء" کہا گیا ہے۔ ایک شخص عبیداللہ نے جس کے نسب کے بارے میں اختلافِ کثیر ہے بلادِ مغرب (مراکش) میں قبیلۂ کتامہ کی امداد و نصرت سے ۲۹۹ھ میں حکومت کی بُنیاد ڈالی جو وہاں تقریباً ساٹھ برس تک قائم رہی پھر یہ لوگ مصر کو منتقل ہو گئے اور دو سو برس تک یہاں حکمراں رہے۔ ان کے متعلق بھی حضرت علیؑ کی زبان سے پیش گوئی کرائی گئی ہے:

ثم یظھر صاحب القیروان
الغضّ البضّ ذوالحسب
المحض المنتخب من
سلالۃ ذی البداء المسجی بالرداء

پھر ظاہر ہوگا قیروان (مراقش) کا حاکم
نوخیز و نازک اندام، سچے نسب و حسب والا
بزرگ اور اعلیٰ خاندان والے چادر سے
ڈھکے ہوئے کے اخلاف سے ہوگا۔

نہج البلاغۃ کے مؤلف یا "جامع" الشریف الرضی کو عبیدیوں سے، جو اس کے زمانہ میں مصر پر حکمراں تھے، ایسی عقیدت تھی کہ بغداد میں بیٹھ کر ایک قصیدہ لکھا تھا جس کے تین شعر یہ تھے:

الیس الذل فی بلاد الاعاد ... ی و بمصر الخلیفۃ العلوی
وابوہ ابی ومولاہ مولا ... ی اذا ضامنی البعید القصی
لف عیمتی بعیصہ ... سید الناس جمعیا محمد و علی

ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ جب اسکی اطلاع خلیفہ عباسی کو ہوئی تو شریف الرضی کے باپ کو طلب کرکے پوچھا گیا کہ اس کے بیٹے کے ساتھ ہمارے یہاں کیا ذلت اور کیا ناانصافی کا برتاؤ ہوا۔ اور حاکمان مصر سے کیا فیض حاصل ہوا جو یہ شعر کہے۔ اُس کے باپ ابو احمد نے عرض کیا کہ میں نے یہ شعر کبھی اس کے مُنہ سے نہیں سُنے اور نہ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھے کسی دشمن نے اُن کو اس سے منسوب کیا ہے۔ خلیفہ عباسی نے اس پر کہا کہ تم لوگ حاکمانِ مصر کو اگر فاطمی نسب نہیں جانتے ایک محضر اُن کے نسب کی قدح میں تیار کرو جس پر رضی سے دستخط کراؤ چنانچہ ایسا محضر تیار کیا گیا رضی کے باپ ابو احمد نقیب اس کے بھائی شریف المرتضیٰ اور دُوسرے اعیان و اکابرین نے دستخط کئے لیکن رضی نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ مجھے حاکمانِ مصر کی دُشمنی کا خوف ہے۔ یہ بیان تو ابن ابی الحدید کا ہے (صفحہ ۸ جلد ۱ شرح نہج البلاغہ) کتب تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کا ایک محضر ۴۰۲ھ میں تیار ہوا تھا جس پر اس زمانے کے بڑے بڑے علماء و فقہاء مثلاً ابی الفرج ابن الجوزی، ابوالقاسم التنوخی، ابوعبداللہ البیضاوی، ابوالحسن القدوری، ابوحامد الاسفرائنی، ابوالقاسم الجذری اور دیگر اکابرین نے عبیدیوں کے علوی و فاطمی نسب ہونے کی تکذیب وتردید میں دستخط ثبت کیے تھے لیکن رضی نے باوجود حلفیہ قسمیں کھانے کے کہ یہ اشعار میرے نہیں ہیں دستخط کرنے سے انکار کیا تھا اس کے بھائی مرتضیٰ کے دستخط کرنے کی وجہ ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے کہ اُس نے تقیۃً دستخط کئے تھے کیوں کہ اس کو خلیفہ عباسی کا خوف بھی تھا اور اس فعل سے تسکین دینا بھی مقصود تھا (وکان المرتضیٰ فعل ذلک تقیۃ وخوفا من القادر و تسکیناً له صفحہ ۹) بہرحال مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ عبیدیوں کے فاطمی نسب ہونے کے متعلق عام طور سے شبہات تھے لہذا ان کے طرفدار نہج البلاغہ کے مؤلف نے حضرت علیؓ سے یہ پیش گوئی منسوب کردی اور اس طرح عبیدیوں کے نسب کی سند (معاذ اللہ) حضرت علیؓ سے دِلوا دی۔

عبیدی فاطمی تو پھر بھی دُوسری مملکت کے لوگ تھے بویہ خاندان کے لوگ جو دیلمی یا دیالمہ کہلاتے

ہیں مؤلف نہج البلاغۃ کے زمانے میں بغداد پر مسلط تھے۔ خلیفہ عباسی اُن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ یہ لوگ شریف الرضی اور اس کے باپ بھائی کے سرپرست تھے۔ ان کے متعلق جو "خبر" حضرت علیؓ کی زبان سے بیان کرائی گئی ہے وہ اس خاندان کی گویا چند الفاظ میں مختصر تاریخ ہے:

ویخرج من دیلمان بنو الصیاد ثم یستشری امرھم حتی یملکوا الزورا و یخلعوا الخلفاء — (اور نکلیں گے دیلمان سے صیاد کے بیٹے) پھر انکی حکومت پھیل جائے یہاں تک کہ وہ دُور دراز ملکوں پر قابض ہوں اور خلفاء کو تخت سے اُتار دیا کریں۔

اس کے بعد فرضی حاضرین میں سے کسی سے یہ سوال بھی کرا دیا ہے کہ: فکم مدتھم یا امیر المومنین؟ ان کی حکمرانی کی مدت کتنی ہوگی؟ فرضی سوال کے بعد فرضی جواب بھی دلوا دیا ہے، مائۃ اوتزید قلیلاً یعنی ایک سو برس یا اس سے کچھ زیادہ۔ شریف المرتضیٰ کی وفات، جو اپنے بھائی کی اس تالیف میں شریکِ کار رہا تھا۔ ۴۳۶ھ میں ہوئی اور یہی وہ زمانہ ہے جب بویہ خاندان کے تسلّط و اقتدار کا زوال ہوا۔ کیوں کہ اس سے ایک سال پہلے جلال الدولہ بن بہاء الدولہ بن بویہ دیلمی مر چکا تھا اُدھر طغرل بیگ نے بویہ خاندان کی حکومت کا ایران میں قلع قمع کر دیا تھا۔ اس اعتبار سے انکی مُدتِ حکومت سو برس یا اس سے کچھ زیادہ حضرت علیؓ کے منہ سے کہلوائی گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اپنے سرپرست عضد الدولہ کے ایک واقعہ کو جو اپنے خاندانی رقیب کے قتل کر دینے کے سلسلہ میں سرزد ہوا تھا ان الفاظ میں بیان کرایا گیا۔

وکقولہ فیھم و المترف ابن الاجذم یقتلہ ابن عمہ علی دجلۃ وھو اشارۃ الی عز الدولۃ بختیار بن معز الدولہ ابی الحسین — اور مثل قول (علیؓ) کے جو ان کے متعلق ہے فرمایا: وہ عیش پرست جو ہاتھ کٹے ہوئے کا بیٹا ہوگا اس کو اس کا چچیرا بھائی دجلہ پر قتل کرا دے گا۔ یہ اشارہ ہے عز الدولہ بختیار ولد معز الدولہ

وکان معز الدولۃ اقطع	ابی الحسین کی جانب ۔معز الدولہ کا ہاتھ
الید قطعت یدہ النکوص	کٹا ہوا جو ایک لڑائی میں کٹ گیا تھا
فی الحرب وکان ابنہ	اس کا بیٹا عز الدولہ بختیار عیش پرست لہو
عز الدولہ بختیار مترفا صاحب	لعب اور شراب نوشی میں مبتلا اس کو
لھو و شرب و قتلہ	عضد الدولہ فناخسرو اس کے چچیرے بھائی
عضد الدولۃ فناخسرو ابن عمہ	نے ایک لڑائی میں دجلہ کے متصل قصر
بقصر الجص علی دجلۃ فی الحرب	جص میں قتل کرا دیا اور اس کے ملک پر
وسلبہ ملکہ (ص ۳۶۴ سطر ۲۲ شارح ابن ابی الحدید ج ۱۲)	قبضہ کر لیا ۔

یہ سب پیش گوئیاں پانچویں صدی ہجری کے اوائل یعنی شریف المرتضیٰ کے زمانہ تک کی ھیں اس کے بعد سے جو بعض اہم واقعات تاریخ میں پیش آئے ان کا کوئی اشارہ تک نہیں ۔ عباسی خلافت کے قائم ہونے کا کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن ابن علقمی کی سازش سے ہلاکو خاں اور اس کے ٹڈی دل نے خلافت ہاشمیہ کا خاتمہ جس سفاکی سے کیا ، جس میں حضرت علیؓ کی نسل سے بھی صدہا اشخاص قتل ہوئے اس کا مطلق ذکر نہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ نہج کے مؤلف یا مؤلفین کو آئندہ کے حوادث کا کیسے علم ہو سکتا تھا انہوں نے تو تاریخ کی کسی کتاب کو سامنے رکھ کر یہ سب "اخبار" وضع کر ڈالے اور حضرت علیؓ سے منسوب کر دیے ورنہ کوئی بات نہیں کہ عباسی خلافت کے قیام کے لئے تو وہ اِن الفاظ میں پیش گوئی کر دیں کہ سیاہ جھنڈے لئے ہوئے بنی زریق خراسان سے نکلیں گے جو دولتِ عباسیہ کے "دعاۃ" ہوں گے "ظھور الرایات السود من خراسان .... دعاۃ الدولۃ العباسیۃ — (ص ۳۶۴ سطر ۲۷)

پھر سرزمین عراق میں جو حوادث پیش آئے انکی پیش گوئیاں بڑی تفصیل سے کی گئی ہیں مثلاً خطبہ ۹۰ صفحہ ۱۹۴ میں خلیفہ اُموی ، عبد الملک بن مروان کی لشکر کشی کا حال ان الفاظ سے کیا ہے ۔

کانی انظر الی ضلیل قد نعق بالشام — الخ — ترجمہ :

"گویا میں ایک سخت گمراہ ہو جانیوالے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو شہر شام میں حیوانوں کی طرح آواز

نکال رہا ہے۔ اس نے نواحی کوفہ میں اپنے عَلم ظاہر اور بُلند کئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب اس کا منہ درندوں کی طرح کھل جائے۔ اسکی سرکشیاں شدید ہو جائیں وہ زمین میں نہایت سختی سے منہ مارنے لگے۔ اس کے فتنہ آمیز اور نکیلے دانت ابنائے زمانہ کو گزند پہنچائیں لڑائی کی موجیں جنبش کریں، دِنوں میں اس کے ظلم وستم کی گرفت ظاہر ہو اور راتوں میں اس کے جور والم کی گزندا میری آنکھوں میں ہے کہ اسکی زراعت سرسبز ہو۔ اسکے رسیدہ میوے نہال ہو جائیں۔ اس کا گلو شقشقۂ شترِ مست کی طرح آواز دینے لگے۔ اسکی تلوار کی بجلیاں چمکیں، اس کے فتنے شبِ تیرہ تار اور بحرِ متلاطم و مواج کی طرح نظر آنے لگیں اور شہر کوفہ توڑ دینے والی آندھیوں سے شگافتہ ہو جائے، تند اور سخت ہوائیں کا اس پر گزر ہو، تھوڑے ہی زمانہ میں یہ گروہِ مردم (بنی اُمیہ) دُوسرے گروہ (بنی عباس) کے ساتھ لپٹ جائے اور یہ لوگ کھنچی ہوئی تلواروں سے ریزہ ریزہ ہو کر زیرِ خاک پنہاں ہو جائیں" دوسرے عراقی شہر بصرہ کی تباہی کا حال ایک اور واقعہ کے سلسلہ میں بیان کرایا گیا ہے۔ ۲۵۵ھ میں قبیلۂ بنی عبدالقیس کے ایک فتنہ پرداز نے جس کا نام علی بن محمد بن عبدالرحیم تھا، علوی نسب ہونے کا دعویٰ کر کے حبشیوں کی ایک بڑی جماعت کو ساتھ لے لیا اور خلیفہ المہتدی عباسی پر خروج کر دیا، بغداد و کوفہ کے اطراف کو خُوب لوٹا کھسوٹا اور غارت کیا۔ تاریخ میں یہ "فتنہ صاحب الزنج" موسوم ہے۔ اس کے متعلق جو پیش گوئی کرائی گئی ہے وہ ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے فویل لک یا بصرة عند ذلک من جیش الخ یعنی "اے ولایت بصرہ! ماتم ہو تجھ پر، جس وقت وہ عقوبت الٰہی کا لشکر آئے کہ نہ تو اس کے گھوڑوں کے پاؤں کا غبار نظر آئے گا اور نہ اس کے اسلحہ کی جھنکار سنائی دے گی اسوقت تیرے شہری سخت تر موت سے اور ناداری و قحط کی بھوک سے دوچار ہوں گے" یہ پیش گوئی خطبہ ۱۲۴ کی ابتدائی سطور میں درج ہے اور اس خُطبہ کا عنوان یہ ہے "بصرہ میں جو بڑے خونی واقعات ہوئے ان کی خبروں کے بارے میں" ابن ابی الحدید نے بیس صفحے اپنی کتاب کے ان تین سطروں کی پیش گوئی کی شرح اور "صاحب الزنج" کے حالات میں صَرف کر ڈالے ہیں۔ اس شخص نے جو اپنے کو زید علی بن حسین کی اولاد سے کہتا تھا اور چودہ برس تک فساد مچاتا رہا تھا ۲۵۷ھ میں اہالیانِ

بصرہ کو تہ تیغ کر ڈالا تھا (طبری) اسکی پیش گوئی اور اس کے حالات کی تفصیلات تو وہ کچھ ہیں جن کا ذکر ابھی ہو چکا لیکن خلافت عباسی کے خاتمہ اور عظیم دارالخلافہ بغداد کی تباہی کی کوئی پیشین گوئی کہیں نظر نہیں آتی حالانکہ بنی اُمیہ کی خلافت کے خاتمہ اور بنی عباس کی خلافت قائم ہونے کے بارے میں متعدد پیشین گوئیاں نہج البلاغہ میں ہیں۔ آخری کے متعلق ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ "غیب صریح" ہے (ص ۱۰۵۸ سطر ۶) یعنی اقبلت الدولة الهاشمية و زوال هلك بنی اُمية لیکن اسی دولت ہاشمیہ (خلافت عباسیہ) کا خاتمہ جس تباہی کے ساتھ ہوا کہ :

خون فرزندانِ عمِ مصطفیٰ اشد ریختہ ؛ ہم بر آں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبین !

اسی حادثہ کی کوئی پیشین گوئی نہیں اور اس وجہ سے نہیں کہ واضعین نہج البلاغہ (الرضی والمرتضیٰ) سے تقریباً ڈھائی سو برس بعد یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ یہی قوی ثبوت اس کلام کے وضعی ہونے کا ہے جو اخبار غیب کے سلسلہ میں حضرت علیؓ سے منسوب کئے گئے ہیں۔

دراصل اس کتاب (نہج البلاغہ) کے چمکنے کا بڑا سبب وزیر ابن علقمی ہے۔ اسی نے ابن ابی الحدید[1] سے یہ شرح لکھوائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ ہر چند کہ اس میں بے سروپا باتیں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں مگر مجموعی طور سے اس کے مصنف کی ہمہ گیری اور جامعیت کا پتہ دیتی ہیں۔ اس شرح نے نہج البلاغہ کو اس کے درجہ سے ہزار درجہ زیادہ کر دیا اور اس کلام کو (دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق) کہلوا دیا۔ یہ شرح ابن ابی الحدید نے اس زمانہ میں لکھی ہے جب چنگیز خان نے مختلف ممالکِ اسلامیہ کو تاراج کر ڈالا تھا اور اس کی اولاد کے زیرِ کمان تاتاری فوجیں مدینۃ الاسلام بغداد کی طرف بھی بڑھی تھیں۔ ابن ابی الحدید نے ان حالات کو کہ اس کے چشم دید تھے شرح و بسط سے لکھا ہے کہتا ہے کہ "وقد كان الخليفة المستعصم بالله اخرج عسكره الى ظاهر سور بغداد

[1] اس کا اصل نام عبدالحمید (عز ابن ابو حامد عبدالحمید بن هبة الله بن محمد بن حسین بن ابی الحدید) سالِ ولادت ۵۸۵ھ ادیب، شاعر، فقیہ تھا ۶۵۵ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ ابنِ علقمی نے اس شرح کی تصنیف پر گرانبہا انعام زر نقد و خلعت عطا کیا۔

"على سبيل الاحتياط" پھر کہتا ہے کہ بغدادی اور تاتاری لشکروں میں جھڑپیں ہوئیں بالآخر تاتاری لوٹ گئے اور یہ دلائلِ نبوۃ سے ہے (وکان ماجری من دلائل النبوۃ لان الرسول ﷺ وعد هذه الملة بالظهور والبقاء الى يوم القيامة) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملتِ اسلامی یوم قیامت تک باقی رہے گی اب اگر بغداد میں پھر بھی کوئی ایسا حادثہ پیش آجاتا جو دوسرے اسلامی ملکوں کو پیش آیا تو ملتِ اسلام کا خاتمہ ہوگیا تھا"۔ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں: لو حدث على بغداد منهم حادثة كما جرى على غيرها من البلاد لانقرضت ملة الاسلام ولم يبق لها باقية ۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۵۵۴ سطر ۱۳) مگر یہ سطریں لکھتے وقت اسکو کیا معلوم تھا کہ اس کا سرپرست چند ہی سال بعد اسی فوج تاتار سے جو خلیفہ عباسی سے ہزیمت اُٹھا کر چلی گئی تھی سازباز کریگا اور وہ حادثہ پیش آئیگا جس کی پیش گوئی واضعین نہج البلاغہ نہیں کرا سکے تھے۔

نہج البلاغہ کی اصلیت کا کچھ اندازہ حضرت علی کے دیوان سے بھی کیا جاسکتا ہے جو عام طور سے ملتا ہے حالانکہ حضرت علی رضؓ نے کبھی شاعری نہیں کی زمانۂ حال کے ایک نقاد احمد تیمور پاشا کا یہ مقولہ صحیح ہے کہ دیوانِ علی میں جو شعر ہیں اگر وہ اصل مالکوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو "دیوانِ علی" کی جیب خالی خالی ہو جائے۔ یہ واضعین خواہ نہج البلاغہ کے ہوں یا دیوانِ علی کے اس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں جو ابتدائی خانہ جنگیوں کا مرکز بن گیا تھا یعنی عراق یہاں عجمیوں نے اپنے تمدن، اپنی روایات اور قومی خصوصیات کا مذہب اسلام پر کیا اثر ڈالا اسکی ایک جھلک نہج البلاغہ کے مشمولہ کلام سے بھی ملتی ہے۔ تفاخر نسبی شہنشاہوں کی اولاد کی طرح بزرگ قوم کی اولاد کا حقِ وراثت وغیرہ جس سے ایک مستشرق ۱؎ کے الفاظ میں ان عجمیوں نے اسلام کو اپنے مخصوص رنگ سے رنگ دیا اور خاص طور سے اس کو اپنے اس قومی

۱؎ They (Persians) leavened it (Islam) thoroughly with their own peauliaar (1) leaven and, especially deprived it of the practical political and natural character which it had assumed after the flight to Madina (De Goeje -Ency Br.)

اور سیاسی خصائص سے محروم کر دیا جو بعد ہجرت اس میں پیدا ہوئیں تھیں :

یہ اُمت خرافات میں کھو گئی ؎ عجم کے روایات میں کھو گئی

خطبوں کے علاوہ جو "کتب" و مراسلات صاحب نہج البلاغہ" نے حضرت علی سے منسوب کئے ہیں باعتبار مضامین و مطالب اکثر و بیشتر الحاقی ہیں مثلاً مراسلہ نمبر ۲۸ (صفحہ ۳۴ سطر ۲ جزو سوم) میں یہ فقرات درج ہیں :

فانا صنائع ربنا والناس — بعد صنائع لنا۔ لم یمنعنا قدیم عزنا ولا عادی طولنا علی قومک ان خلطناکم بانفسنا فنکحنا وانکحنا فعل الاکفاء ولستم هناک ———

کہا جاتا ہے کہ یہ مراسلہ حضرت مُعاویہ کے کسی مکتوب کے جواب میں لکھا گیا تھا اور اس مراسلہ کو صاحبِ نہج البلاغہ نے حضرت علی کے "محاسن الکتب" میں شُمار کیا ہے۔ ابی ابن الحدید نے تو پہلے فقرہ کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ اس کلام کا دَرجہ بہت بُلند ہے اور معنی بھی ایسے ہی بُلند ہیں "هذا کلام عظیم ومعناه عال علی المعناه" — (صفحہ ۸۱۲ سطر ۸)

پھر کہتا ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ "ہمارے اور خُدا تعالیٰ کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں بلکہ ہم اللہ کے اور دوسرے انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں یہ تو ظاہری معنی ہیں اور باطنی مطلب یہ کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے انسان ہمارے بندگان ہیں" :

فلیس بیننا و بینه واسطة والناس باسرهم صنائعنا فنحن الواسطة بینهم وبین الله تعالیٰ وهذا مقام جلیل ظاهره ماسمعت و باطنه انهم عبید الله وان الناس عبید هم۔ (صفحہ ۸۱۲ سطر ۸)

کیا ان الفاظ سے عقائدِ اسلامی کی صریحاً تکذیب نہیں ہوتی ؟ اب دُوسرے فقرے کو لیجئے حضرتؓ علی تو درکنار کوئی دُوسرا ہاشمی یہ الفاظ زبانِ دھن یا زبان قلم پر نہیں لا سکتا بنی ہاشم اور بنی اُمیہ دو حقیقی بھائیوں کی اولاد ہیں۔ ہاشم اور عبد الشمس (والدِ امیہ) کے زمانے سے آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک کوئی نوے برس سے زیادہ مُدت نہیں گزری تھی اور اس تمام مُدت کے دَوران ان ہی دونوں خاندانوں میں برابر تعلقات مصاہرت اور رِشتہ قرابت ہوتے رہے اور بعثت کے بعد حتیٰ کہ صفین اور کربلا کی خانہ جنگیوں کے بعد بھی برابر یہ رشتے قائم و برقرار رہے۔

قبلِ اسلام کے رِشتوں کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ حضرت علی کی حقیقی پھوپھی یعنی ابوطالب کی حقیقی بہن صفیہ ابوسفیان کے بھائی حارث بن حرب بن اُمیہ کی زوجہ تھیں "صفیہ زوجہ حارث بن حرب بن اُمیہ بود بعد از عوام بن خویلد او را خواست و زبیر از وہم رسید" (حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۵۸۲ ملا باقر مجلسی)

حضرت علی کی چچی اِم جمیل بنتِ حرب بن امیہ ابولہب کی زوجہ تھی۔ حضرت علی کی دوسری پھوپھی بیضاء بنت عبدالمطلب خاندان بنی اُمیہ میں کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس کو بیاہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خاندان بنی اُمیہ میں ابوسفیان رضؓ کی نوردیدہ ام حبیبہ رضؓ سے خود نکاح کیا اور اپنی چار صاحبزادیوں میں سے تین صاحبزادیوں کو اسی خاندان میں بیاہا۔ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضؓ کو ابی العاص بن الربیع کے حبالۂ عقد میں دیا اور دوؔ صاحبزادیاں حضرت رقیہ و اِم کلثوم کو حضرت عثمان بن عفان کے نکاح میں۔ بعد واقعہ صفین و کربلا فاطمہ بنت الحسین بن علی رضؓ کا عقدِ ثانی عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان سے ہوا جن کے بطن سے جنابِ حسین کے اُموی نواسہ محمد بن عبداللہ بن عثمان تھے جو اپنے اخیافی بھتیجوں محمد المہدی اور ابراہیم ابنائے عبداللہ المحض حسنی کے تعلقات کی وجہ سے گرفتار ہو کر مارے گئے۔ زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صاحبزادی نفیسہ خاندان بنی اُمیہ میں سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو بیاہی گئیں اسی ولید بن عبدالملک کی سوتیلی والدہ عبداللہ بن جعفر طیار بن ابوطالب کی دُختر تھیں۔ جناب سکینہ بنت الحسین بن علی نے اپنا ایک نکاح حضرت عثمان کے پوتے زید بن عمرو سے کیا تھا ایک اور نکاح بھی انکا اسی خاندانِ اُموی میں اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا تھا مگر پھر تفریق ہوگئی تھی۔ اسی طرح اور بہت سے رِشتے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہوتے رہے جس کی تفصیل باعثِ طوالت ہے ان حالات میں کون صحیح العقل یہ باور کرسکتا ہے کہ حضرت علی کے قلم سے ایسی غلط بات ادا ہو سکے کہ بنی اُمیہ۔ بنی ہاشم کے ہم کفو نہیں ——؟

خاندانی شرف و اعزاز کیا زمانۂ جاہلیت اور کیا اسلام بنی اُمیہ کو ہمیشہ حاصل رہا اور خود ابن ابی حدید نے شرح میں اس کا اعتراف کیا ہے ۔ غرض کہ یہ مکتوب اور اسی طرح دُوسرے مراسلے ہرگز حضرت علی کے نہیں کہے جا سکتے ۔